اطلاع

اخبار سب خریداران کے نام وقت مقررہ پر دفتر سے روانہ ہوتا ہے جس صاحب کو کوئی پرچہ نہ ملے اوسکو چاہئے کہ جو پرچہ نہیں پہونچا وہ پرچہ اخبار کی اگلی اشاعت تک طلب کریں ورنہ بعد میں وہ پرچہ مطلوبہ نہیں ملے گا - منیجر

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے صہ (۲) خواص و معاونین سے عہ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) غیر مذہب والوں سے ۱۲ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲
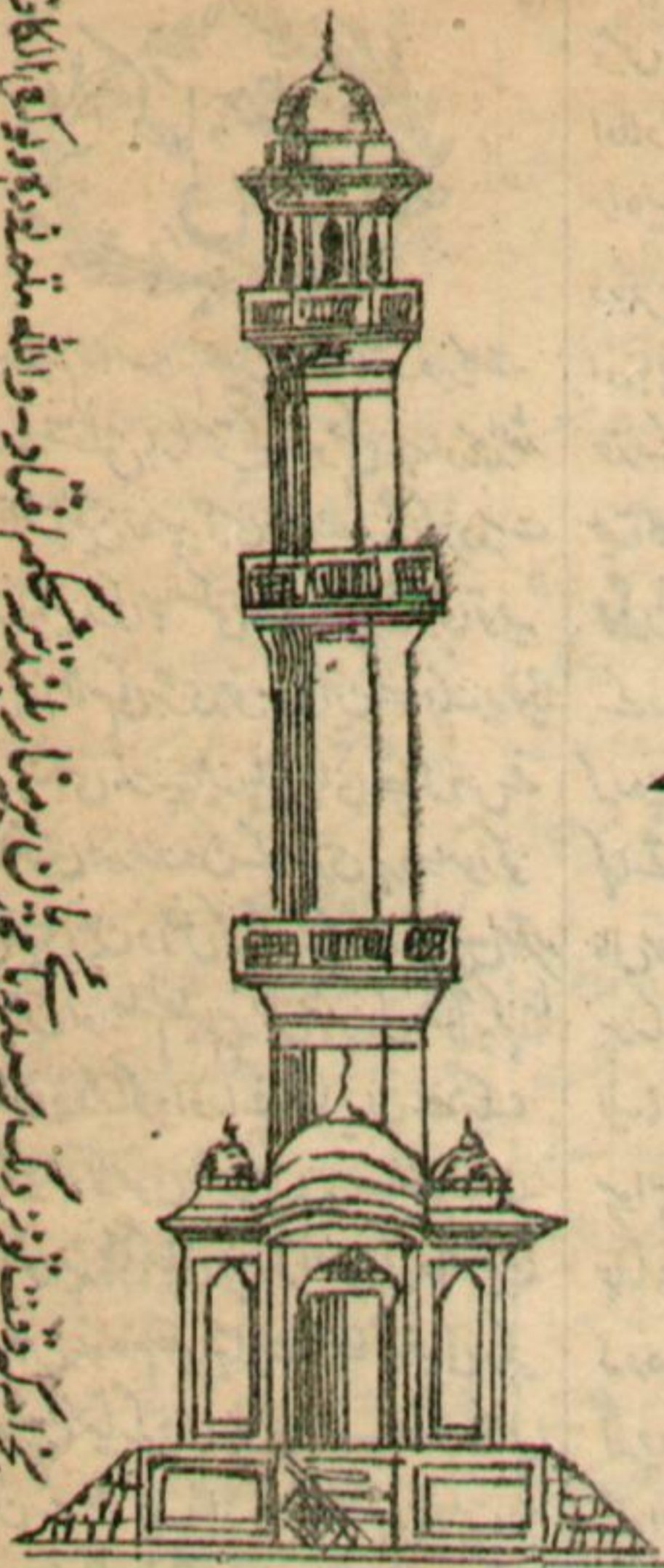
نمبر ۱۱ | قادیان دارالامان - مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء مطابق ۵ صفر ۱۳۲۴ھ | جلد ۱۰

تازہ الہامات

۲۷ - مارچ ۱۹۰۶ء - فرمایا - آج زلزلہ کے وقت کے لئے توجہ کی گئی تھی کہ کب آوے گا - اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے آگے آگئی اور پھر الہام ہوا -

ربّ اَخِّر وقت ھٰذا

یعنے اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے - اس کا وقت کچھ پیچھے ڈالدے - قاعدہ نحو کے مطابق ھٰذا کی جگہ ھٰذہٖ چاہئے تھا - مگر اس جگہ ھٰذا سے مراد ھٰذ العذاب ہے - کیونکہ اصل غرض تو عذاب سے ہے - ورنہ زلزلے تو پہلے بھی آچکے ہیں - پھر بعد اسکے ساتھ ہی یہ الہام ہوا

ربّ سَلِّطنی علی النّار

یعنے اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کردے یعنے ایسا کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم میں ہوجاوے - جسکو میں عذاب دینا چاہوں وہ عذاب میں گرفتار ہو - اور جسکو میں چھوڑنا چاہوں وہ عذاب سے محفوظ رہے -

۲۹ - مارچ ۱۹۰۶ء - اخرہ اللہ الی وقتٍ مسمّی خداتعالےٰ نے ایک وقت مقررہ تک عذاب کے زلزلہ میں تاخیر ڈالدی -

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

ازالہ اوہام ہر دو حصہ - یہ بے نظیر کتاب حضرت سلطان القلم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبردست قلم کا نتیجہ ہے جس میں اپنے دعوے کے متعلق نہایت شرح و بسط سے کام لیا ہے اور مخالفوں کے اعتراضوں کو نمبروار توڑا ہے قیمت عہ

آریہ دہرم - آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے طشت ازبام کر دیا ہے خصوصیت کے ساتھ مسئلہ نیوگ کے خطرناک برے نتائج کو کھول کر دکھایا ہے اور آریہ کے اون اعتراضوں کا جواب دیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں - قیمت ۴ر

نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے - اور وحدت وجود کے اعتقادات کا لاجواب رد کیا ہے - یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے - تیسری دفعہ چھپا ہے - قیمت ۲ر

حضرت اقدس کی پرانی تحریریں - حصہ اول اعلےٰ حضرت کے تیس سالہ پرانے مضامین الہام مثل تناسخ وید اور قرآن کے مقابلہ پر قیمت ۲ر

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب - عیسائی مذہب کی تردید اور اسلام کی حقیقت پر حضرت خلیفۃ اللہ کا لطیف رسالہ دوسری مرتبہ چھپا ہے - قیمت ۲ر

فیصلہ آسمانی - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلم سے مضمون نام سے ظاہر ہے قیمت ۲ر

نور القرآن حصہ دوم - عیسائیوں کا عجیب رد ۴ر

تفسیر سورہ تبت - سورہ تبت پر ایک ڈاکٹر کے اعتراضوں کا جواب اور سورۃ مذکور کی عجیب تفسیر - قیمت ۲ر

سواء السبیل نمبر ۱ - ایک مولوی ہندوستانی کی خط و کتابت - قیمت ۱ر

نسخ رد شیعہ - حکیم الامۃ کی اچھوتی تحریر ۲ر

تفسیر القرآن پارہ اول - یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے - صدہا خطوط اظہار پسندیدگی پہنچے گئے ہیں - یہاں تک کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باہر بھی اسکو قبولیت ہوگئی ہے - قیمت عہ

تفسیر القرآن پارہ دوم - قیمت عہ

تفسیر سورہ بقرہ مکمل - ۳ روپئے

سلک مروارید - حصہ اول - سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح اور انمیں سلسلہ عالیہ کی تعلیم کو عام کرنیکی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق ناول کے طور پر لکھا گیا ہے - یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۴ر

سلک مروارید حصہ دوم - قیمت ۴ر

رپورٹ جلسہ ۱۸۹۷ء - قیمت عہ

الانذار - قیمت ۴ر

اصلاح النظر - قیمت ۲ر

قصیدہ ضوابط الاسرار - قیمت ۲ر

برہان الحق - قیمت ۳ر

دعوت الحق نمبر ۲ - قیمت ۳ر

النصح - قیمت ۲ر

مسلمانوں کا خدا اور اس کے حضور دعا - قیمت ۱ر

نمونہ قرآن مجید - قیمت ۲ر

ست بچن - ۱۰ر محمود کی آمین ۳ پائی

حجت الاسلام - ۱ر - **الموعظۃ الحسنہ** ۲ر

توضیح مرام - ۲ر - دوسرا جنگ مقدس حصہ اول و دوم - ۲ر

المشتہر - منیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

لوگ ویسے میرے لوگ۔ جیسے تیرے گھوڑے ویسے میرے گھوڑے۔ اور یہوسفط نے شاہ اسرائیل سے کہا آج کے دن خداوند کی مرضی الہام سے دریافت کیجئے۔ تب شاہ اسرائیل نے اُس روز نبیوں کو جو قریب چار سو آدمی کے تھے اکٹھا کیا اور اُن سے پوچھا مین رامات جلعاد پر لڑنے چڑھوں یا اُس سے باز رہوں۔ وے بولے چڑھ جا کہ خداوند اُسے بادشاہ کے قبضے مین کر دیگا۔ پھر یہوسفط بولا اُنکے سوا خداوند کا کوئی نبی ہے کہ ہم اوس سے پوچھین تب شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا کہ ایک شخص املہ کا بیٹا میکایاہ تو ہے اوس سے ہم خداوند کی مشورت پوچھ سکتے ہین لیکن مین اوس سے دشمنی رکھتا ہون کیونکہ وہ میرے حق مین نیکی کی نہین بلکہ بدی کی پیش خبری کرتا ہے۔ تب یہوسفط بولا بادشاہ ایسا نہ فرماوے۔ تب شاہ اسرائیل نے ایک خواجہ سرا کو بلا کے حکم کیا کہ املہ کے بیٹے میکایاہ کو تبدلدلا۔ اُسوقت شاہ اسرائیل اور شاہ یہوداہ یہوسفط سمرون کے پھاٹک کے سامنے اُس میدان درآنے کی راہ پر ایک کھلہان مین اپنے اپنے تخت پر شاہانہ لباس پہنے ہوئے بیٹھے تھے اور سارے نبی اون کے حضور پیشین گوئی کر رہے تھے۔ اور کنعانہ کے بیٹے صدقیاہ نے اپنے لئے لوہے کی سنگین بنائین اور بولا خداوند یون فرماتا ہے کہ تو ان سے ارامیون کو مارے گا یہان تک کہ انہین نابود کر ڈالے۔ اور سب نبیون نے یون پیش خبری کی اور کہا کہ رامات جلعاد پر چڑھ جا اور کامیاب ہو کہ خداوند اوسے شاہ کے قبضے مین کر دیگا۔ اور اوس قاصد نے جو میکایاہ کو بلانے گیا تھا اُسے کہا کہ اب دیکھ سب نبی ایک زبان ہو کے بادشاہ کو خوشخبری دیتے ہین سو کرم کر کہ تیری بات اُن مین کی باتون کی سی ہووے اور جو نیک ہے وہی کہہ۔ میکایاہ بولا خداوند حی کی قسم جو خداوند مجھے فرماوے گا مین وہی کہونگا +

سو وہ شاہ پاس آیا تب شاہ نے اوسے فرمایا میکایاہ ہم لڑنے کو رامات جلعات پر چڑھین یا اوس سے باز رہین اوس نے جواب مین کہا جا اور کامیاب ہو کہ خداوند اوسے شاہ کے قبضے مین کر دیگا پھر شاہ نے اوسے کہا مین کتنے مرتبہ تجھے قسم دیکے جتاؤن کہ تو مجھ سے کچھ نہ کہے۔ مگر خداوند کے نام سے وہی جو سچ ہے۔ تب وہ بولا مینے سارے اسرائیل کو اون بھیڑون کی مانند جنکے چوپان ہون پہاڑون پر بھٹکتے ہوئے دیکھا۔ اور خداوند نے فرمایا کہ اُن کا کوئی آقا نہین۔ سو اون مین سے ہر ایک اپنے اپنے گھر سلامت چلا جاوے۔ تب شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا کیا مینے تجھ سے نہ کہا تھا کہ یہ میرے حق مین نیکی کی نہین بلکہ بدی کی پیش خبری کریگا۔ پھر اوس نے کہا کہ اس لئے تم خداوند کے سخن کو سنو۔ مینے خداوند کو اوسکی کرسی پر بیٹھے دیکھا اور آسمانی سارا لشکر اُس پاس اُس کے داہنے ہاتھ اور اوس کے بائین ہاتھ کھڑا تھا اور خداوند نے فرمایا کہ اخی اب کو کون ترغیب دیگا تاکہ وہ چڑھ جاوے اور رامات جلعاد کے سامنے کھیت آوے تب ایک اس طرح سے بولا اور ایک اُس طرح سے۔ اُسوقت ایک روح نکلکے خداوند کے سامنے آکھڑی ہوئی اور بولی کہ مین اوسے ترغیب دونگی۔ پھر خداوند نے فرمایا کس طرح سے وہ بولی مین روانہ ہونگی اور جھوٹی روح بنکے اُسکے سارے نبیون کے مُنہہ مین پڑونگی اور وہ بولا تو اوسے ترغیب دیگی اور غالب بھی ہوگی روانہ ہو اور ایسا کر۔ سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیون کے مُنہ مین جھوٹی روح ڈالی ہے اور خداوندہی نے تیری بابت بُری خبر دی ہے تب کنعانہ کا بیٹا صدقیاہ نزدیک آیا اور میکایاہ کے گال پر ایک تھپڑ مار کے بولا کہ خداوند کی روح کس راہ مین ہو کے مجھ پاس سے گئی اور تجھ سے بولی۔ میکایاہ بولا دیکھ کہ تو اُس دن جس دن کہ تو اندر کی کوٹھری مین گھسیگا کہ چھپ رہے دیکھیگا۔ اور شاہ اسرائیل نے کہا میکایاہ کو پکڑ لو اور شہر کے ناظم امون پاس اور یوآس شہزادے پاس لے جاؤ۔ اور کہو بادشاہ یون فرماتا ہے کہ میرے سلامتی سے پھر آنے تک تنگ حالی کی روٹی اور تنگ حالی کا پانی اوسے دیئے جاوین تب میکایاہ بولا اگر تو کسی طرح سلامتی سے پھر آوے تو خداوند نے میری معرفت کچھ نہین کہا پھر وہ بولا اے لوگو تم سب کے سب سن لو۔ بعد اوس کے شاہ اسرائیل اور شاہ یہوداہ یہوسفط رامات جلعاد پر چڑھے اور شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا مین اپنا بھیس بدل کے لڑائی مین جاتا ہون۔ پر تو اپنا لباس پہنے رہ۔ سو شاہ اسرائیل صورت بدل کے لڑائی مین گیا اور شاہ ارام نے اپنے ۳۲ سردارون کو جو اوس کی گاڑیون کے اوپر مقرر تھے۔ حکم دیا تھا کہ کسی چھوٹے یا بڑے سے جنگ نہ کیجو۔ مگر فقط شاہ اسرائیل سے۔ اور ایسا ہوا کہ گاڑیون کے سردارون نے یہوسفط کو دیکھکر یون کہا کہ یقیناً شاہ اسرائیل یہی ہے اور انہون نے اوسطرف ہو کے چاہا کہ اوس کا سامنا کرین۔ یہوسفط چلایا۔ اور جب گاڑیون کے سردارون نے دیکھا کہ وہ شاہ اسرائیل نہین تو وے اوس کا پیچھا کرنے سے باز آئے۔ اور ایک شخص نے بغیر شست باندھے ایک تیر چلایا سو وہ اتفاقاً شاہ اسرائیل کے جوشن کے بندون کے درمیان لگا تب اوس نے اپنے گاڑی وان کو کہا کہ باگ پھیر اور مجھے لشکر سے نکال لے چل کہ مین زخمی ہوا۔ سو اوس دن جنگ شدید ہوئی اور بادشاہ ارامیون کے مقابل گاڑی پر ٹھہرا رہا۔ اور شام ہوتے ہوتے مر گیا۔ اور لہو اوس کے زخم سے گاڑی کے پائون دان مین بہتا رہا۔ تب آفتاب غروب ہوتے ہوئے لشکر مین منادی کی گئی کہ ہر ایک آدمی اپنے شہر اور ہر ایک آدمی اپنے ملک کو جاوے۔

پس بادشاہ مر گیا اور وے اوسے سمرون مین لے گئے۔ اور سمرون مین بادشاہ کو گاڑ دیا۔ اور گاڑی کو سمرون کے کنڈ مین دھویا اور کتون نے اوسکا لہو چاٹا (اور سلاح بھی دھوئی) جیسا کہ خداوند نے ارشاد فرمایا تھا۔ اور اخی اب کی باقی باتین اور سب کچھ جو اوس نے کیا تھا۔ اور ہاتھی دانت کا گھر جو اوس نے بنایا تھا اور اون سب شہرون کا حال جو اوس نے تعمیر کئے۔ سو کیا وہ اسرائیلی سلاطین کی تواریخ کی کتاب مین لکھا ہوا نہین ہے۔ اور اخی اب اپنے باپ دادون کے درمیان سو رہا۔ اور اوس کا بیٹا اخزیاہ اوس کی جگہ بادشاہ ہوا +

یہی مضمون تواریخ ۲ باب ۱۸ مین بھی درج ہے۔

بابو محمد سعید صاحب فرماتے ہین کہ "اخی اب اور اسکی جورو بھی پشتون سے بت پرست تھے" اگر بابو صاحب وہی سلاطین باب ۲۱ کا آخری حصہ پڑھ لیتے تو انہین یقین آجاتا کہ اخی اب نے خداتعالے کے فرستادہ نبی ایلیاہ تسبی کے ذریعہ انذاری پیشگوئی سن کر سچی توبہ کر لی تھی چنانچہ کتاب مذکور کے ۲۱ باب کی آیت ۱۵ سے آخر تک یون لکھا ہے۔

اور ایسا ہوا کہ جونہین ایزبل نے یہہ سنا کہ نبات سنگسار ہوا اور مر گیا تو ایزبل نے اخی اب سے کہا کہ اٹھ اور نبات یزرعیلی کے انگوری باغ کا جسے اوس نے نہ چاہا تھا کہ تیرے ہاتھ بیچے مالک ہو کہ نبات جیتا نہین بلکہ مر گیا۔ اور یون ہوا کہ جب اخی اب نے سُنا کہ نبات مر گیا تو اخی اب اُٹھا تاکہ یزرعیلی نبات کے انگوری باغ مین جا کے اوسپر قبضہ کرے۔

اور خداوند کا کلام ایلیاہ تسبی پر نازل ہوا اور اوس نے کہا کہ۔ اوٹھ اور جا کے اخی اب شاہ اسرائیل سے جو سمرون مین ہے ملاقات کر دیکھ کہ وہ نبات کے انگوری باغ مین ہے اور اوس کا مالک ہونے وہان گیا ہے۔ سو تو اوسکو کہہ کہ خداوند یون فرماتا ہے تو نے کیا جان بھی ماری اور ملکیت بھی لی اور تو اوسے کہہ کہ خداوند فرماتا ہے جس جگہ پر کتون نے نبات کا لہو چاٹا اوسی جگہ تیرا ہان تیرا بھی لہو کتے چاٹینگے۔ اور اخی اب نے ایلیاہ سے کہا اے میرے دشمن تو نے میرا سُراغ لگایا۔ اوس نے جواب دیا کہ لگایا اسلئے کہ تو نے خداوند کے حضور بدکاری کرنے کے لئے آپ کو بیچا۔ اب دیکھ کہ مین تجھپر آفت لاؤنگا اور تیری نسل کو نابود کر دونگا۔ بلکہ اخی اب سے ہر ایک کو جو دیوار پر موتے اور آگے بھی جو بند کیا جاوے اور اسرائیل مین باقی رہے۔ کاٹ ڈالونگا۔ اور تیرے گھر کو نبات کے بیٹے یربعام کے گھر۔ اور اخیاہ کے بیٹے بعشا کے گھر کی مانند کر ڈالونگا۔ اوس چڑھاؤ کے سبب سے کہ جس سے تو نے مجھکو چڑایا ہے اور اس لئے بھی کہ تو نے اسرائیل کو گنہگار کیا۔ اور خداوند ایزبل کے حق مین بھی فرماتا ہے کہ یزرعیل کی دیوار پاس ایزبل کو کتے کھائینگے۔ اخی اب کا جو کوئی شہر مین مریگا۔ اوسے کتے کھائینگے اور جو میدان مین مرے گا اوسے ہوائی پرندے کھائینگے +

بلکہ اخی اب کی مانند کوئی نہ تھا کہ اوس نے خداوند کے حضور بدکاری کرنے کے لئے آپ کو بیچا۔ اور اوس کی جورو ایزبل نے اوسے اُبھارا۔ چنانچہ اوس نے اموریون کی مانند جنہین خداوند نے بنی اسرائیل کے آگے سے خارج کیا۔ ہر ایک بات مین بتون کا پیرو ہو کے نہایت گھنونا کام کیا اور ایسا ہوا کہ اخی اب نے یہی باتین سن کے اپنے کپڑے پھاڑے اور اپنے تن پر ٹاٹ ڈالا اور روزہ رکھا اور ٹاٹ پہنے ہوئے دبے پاؤن سے چلتا رہا۔ تب خدا کا کلام ایلیاہ تسبی پر نازل ہوا اور اوس نے کہا۔ تو دیکھتا ہے کہ اخی اب نے آپ کو میرے حضور کیونکر خاکسار بنایا ہے۔ اسلئے مین اوس کے ایام مین یہ بلا نہ بھیجونگا بلکہ اوس کے بیٹے کے ایام مین اوس کے گھرانے پر وہ بلا نازل کرونگا +

اب ان آیتون کے پڑھ لینے کے بعد یہ امر تو فیصل ہو گیا کہ اخی اب بت پرست نہ تھا بلکہ وہ خدا پرست ہو چکا تھا اور خدا کے فرستادہ پر ایمان لا چکا تھا اب اس کے بعد معاً باب ۲۲ مین وہ مضمون ہے جو مینے اوپر درج کر دیا ہے اسکو پڑھ لینے کے بعد کوئی شبہ اس امر کا نہین رہ جاتا کہ وہ نبی بعل کے نبی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تھے تاہم مزید توضیح کے لئے مین سات دلائل پیش کرتا ہون جو ایک طالب صادق کی تسلی کا موجب ہو سکتے ہین۔

چارسو نبی جن کا ذکر بائبل کی کتاب سلاطین باب ۲۲ مین ہے خدا کے نبی تھے نہ کہ بعل کے۔

دلیل اوّل ۔ ۱ سلاطین باب ۲۲ ۔ آیت ۵ مین لکھا ہے

اور یہوسیفط نے شاہ اسرائیل سے کہا - آج کے دن خداوند کی مرضی الہام سے دریافت کیجئے -

تب شاہ اسرائیل نے اُس روز نبیون کو جو قریب چارسو کے تھے جمع کیا - اس آیت مین الفاظ **خداوند کی مرضی الہام سے دریافت** کرنے کے قابل غور ہین - وہ چارسو نبی جو جمع کئے گئے تھے اسواسطے اُن کو بلایا گیا تھا - کہ خدا سے الہام پاکر (نہ کہ بعل یا کسی اور بت وغیرہ سے الہام پاکر) بتائین کہ اس مہم پر جانا مناسب ہے یا نہین - عبرانی لفظ یون ہین -

درﺍش نا کیوم ایت دبر یہوداہ یعنے یہوداہ کا لفظ عبرانی زبان مین خدا کے سوائے کسی اور کے واسطے بولا نہین جاتا -

دلیل دوم - جب یہ نبی جمع ہو چکے تو یہوسیفط نے دریافت کیا کہ ان انبیاء کے سوائے **آیا یہوداہ کا کوئی اور نبی بھی ہے** - عبرانی الفاظ یون ہین - آیت ۷ ھا این فوہ نابیا لیہوہ اعود - کیا کوئی اور نبی بھی یہوداہ کا ہے - اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ وہ چارسو نبی یہوداہ کے تھے - ورنہ یہوسیفط یون کہتا - کہ کیا کوئی ایسا نبی بھی ہے جو یہوداہ کا ہو - برخلاف اسکے اُسنے یہہ کہا کہ کیا یہوداہ کا نبی کوئی اور بھی ہے -

دلیل سوم - بعل کے نبی اور تھے اور ان کی تعداد چارسو پچاس لکھی ہے - یہہ چارسو نبی اور تھے اور وہ چارسو پچاس نبی اور تھے - اسکا ثبوت یہہ ہے بعل کے نبیون کو کبھی کسی نے یہوداہ کا نبی نہین کہا - بلکہ وہ سب بعل کے نبی کہلاتے تھے چنانچہ ۱سلاطین باب ۱۸ مین جہان انکا ذکر ہے انکو ہر جگہ بعل کا نبی کہہ کر پکارا گیا ہے اور کہین انکو یہوداہ کا نبی کہہ کر نہین پکارا گیا -

دلیل چہارم - بعل کے نبی اپنی دعائین بعل سے مانگتے تھے نہ کہ یہوداہ سے - چنانچہ ایلیا نبی کے ساتھہ دعا کی قبولیت مین انکا مقابلہ ہوا - وہ بعل سے دعا مانگتے تھے - اور ایلیا یہوداہ سے مانگتا تھا - آخر ایلیاہ کو فتح ہوئی دیکھو ۱سلاطین باب ۱۸ - آیت ۲۰ سے ۴۰ - چونکہ ۴۰۰ انبیاء زیر بحث نے یہوداہ سے دعا کی تھی اسواسطے وہ بعل کے نبی نہ تھے -

دلیل پنجم - جب ایلیا کو قبولیت دعا مین مقابلہ کرنا پڑا تو اسوقت اس نبی نے شہادت دی کہ بعل کے نبی صرف چارسو پچاس ہین اور وے سب کے سب ایلیا کے مقابلہ مین کھڑے ہوئے تھے اُن ساڑھے چارسو کے سوائے اور کوئی بعل کا نبی نہ تھا - اور جب ایلیاہ کو قبولیت دعا مین فتح ہوئی تو بعل کے سب نبیون کو قتل کر دیا گیا تھا - دیکھو آیت ۴۰ - ایلیاہ نے کہا بعل کے نبیون کو پکڑ لو - کہ اُن مین سے ایک بھی جانے نہ پائے - سو انہون نے انہین پکڑا اور ایلیا ان کو وادی قیسون مین لایا - اور انہین قتل کیا - اس آیت مین ایک بھی کا لفظ قابل غور ہے -

دلیل ششم - بعل کے سب نبیون کے قتل ہونے کا واقعہ ۹۰۶ قبل مسیح مین ہوا اور اسکے ٹھیک نو سال بعد یہوسیفط نے یہوداہ کے چارسو انبیاء کو جمع کیا تھا - جب کہ بعل کے سب نبی قتل ہو چکے تھے تو اب یہہ نبی وہی بعل کے کس طرح ہو سکتے تھے -

دلیل ہفتم - بعل کا لفظ یہوداہ کے بالمقابل ایک لفظ تھا - جو بعل کے پجاری اور نبی ہوا کرتے تھے وہ یہوداہ کا نام کبھی زبان پر نہ لاتے تھے - (دیکھو کتاب انسکلوپیڈیا جیواش بلیگا ردیف بعل و پرافٹ) لیکن ان چارسو انبیاء نے یہوداہ کا نام لیا اور بعل کا نام ہرگز نہ لیا -

صلح کل کی پالیسی کے حامیون کا شیوہ

مولوی انشاء اللہ صاحب ان لوگون مین سے ہین جو مسلمانون مین صلح کل کی پالیسی کے ہیرو کہلاتے ہین آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ مسلمانون کے مختلف فرقون کی نزاعون کو دور کرکے ان مین اتفاق قایم کرنا چاہتے ہین آپ کی اس صلح کل کی پالیسی کی حقیقت اسوقت معلوم ہو جاتی ہے جب واقعی آپ کو کسی کو معاملہ کرنا پڑے - آپ کے نزدیک صلح کل کی پالیسی کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرون کو جو جی چاہے کہتے بھی جاوین اور ساتھہ ساتھہ یہ لفظ بڑہاتے جاوین کہ ہم مباحثہ اور مناقشہ سے پرہیز کرتے ہین اور کسیکو کچھہ کہنا نہین چاہتے - چنانچہ اس تجویز کے ذریعہ سے جو پچھلے دنون مین ہوئی تھی اگر اور کچھہ فائدہ نہین ہوا تو یہ ضرور ہوا ہے کہ آپ کے اصل خیالات ظاہر ہو گئے - میرے جوش مین آنے پر مولویصاحب بہت زور دے رہے ہین - مگر مین تو آپ جیسی صلح کل کی پالیسی کا قایل نہین جو مین اس سے انکار کرون - مجھے اللہ تعالےٰ نے انسان بنایا ہے اور مجھے اُسنے حق کے لئے جوش بھی دیا ہے اور حق کے لئے غیرت بھی دی ہے ہان اگر انکا استعمال غیر محل پر ہو تو قابل اعتراض ہے - افسوس تو یہ ہے کہ آپ دعوےٰ کرکے اپنی پالیسی کو نباہ نہین سکتے - اور مین بفضل خدا نباہ سکتا ہون - مین اسبات کو مانتا ہون کہ اسلام نے ایک اخوت قایم کی ہے - مگر اسلام کا یہ منشاء ہرگز نہین جیسا آپ کا خیال پایا جاتا ہے کہ دوسرے لوگون پر تو ہم بلاوجہ بھی غیظ و غضب نکال لیا کرین - اور مسلمانون کو کلمہ حق بھی نہ کہین - اصل اسلامی اخوت کی یہ ہے کہ جب انسان صحیح معنون مین مسلم ہوتا ہے - یعنی ان معنون مین جو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ اور لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

تو ایسے مسلمان جو ایک دوسرے کے حقوق کی پوری نگہداشت کرنے والے ہین ان مین خود ہی ایک سچی اخوت اور محبت جو محض للہ ہوتی ہے پیدا ہو جاتی ہے - مگر اس اخوت کے علاوہ اسلام عام انسانی ہمدردی کے لئے بھی ویسی ہی تاکید فرماتا ہے - پس ایک سچے مسلمان کو نفرت غیر لوگون سے نہین کرنی چاہئے بلکہ ان مین جو غلط عقیدے یا بری باتین پائی جاتی ہون ان سے نفرت کرنی چاہئے - جو شخص اس طرح کی نفرت کرتا ہے وہ حق پر ہے - بلکہ جو شخص کسی غلط عقیدے یا برے کام سے نفرت نہین رکھتا وہ خود سخت گنہگار ہے - اس قسم کی صلح کل کی پالیسی تو اسلام سکھاتا ہے مگر جن معنون مین آپ صلح کل کے حامی بننا چاہتے ہین وہ صحیح نہین ہے - کہ مسلمانون کو کچھہ نہ کہا جائے اور غیر مسلمون پر سارا جوش نکالا جاوے خواہ مسلمان ان سے بڑھ کر بدکاریون مین مبتلا اور غلط خیالات مین پھنسے ہوئے ہون - آپ کے نزدیک تو چور اور ڈاکو مسلمان بھی پھر قابل عزت بھی ہونگے اور ان کو کچھہ کہنا آپ برا جانتے ہونگے اور اس غصہ کو کسی بھلے مانس غیر مسلم پر نکال لیتے ہونگے - آپ کو جوش بھی آیا ہے اور آپ کی قلم سے اخبار مین کچھہ نہ کچھہ حملہ کرنے سے رک بھی نہین سکتی - اور ساتھہ ہی آپ یہ بھی کہتے جاتے ہین کہ آپ اس بحث کو لنبا کرنا نہین چاہتے آپ یہ فرمایئے کہ ۹ - مارچ کے پرچہ مین آپ نے دل کھول کر سب کچھہ نہ لکھہ لیا تھا جو آپ نے ۱۶ - مارچ کے پرچے مین تیز قلمی سے پھر حملے کئے - اور بار بار مجھے متلون لکھا - اور پھر آپ نے ناحق یہ واویلا کیا کہ گویا ہم آپکے ہزار دن روپیے اعانت کے کھا گئے ہین - قبل اسکے جو مینے ایک حرف بھی لکھا ہو - آپ نے یہ سب ذاتی حملے کئے - اور جب مینے ۲۰ - مارچ کے پرچہ مین جو آپکے ۱۶ مارچ کے پرچے سے پہلے لکھا جاچکا تھا - آپ کو یہ توجہ دلائی کہ آپ قربانی کی منسوخی کی تجویز کرکے اور اپنی طرف سے صحیح معنون مین ایک بدعت کی اسلام مین قایم کرکے اور سود کے جواز کے قایل ہو کر بھی حنفی المذہب رہتے ہین اور متفق علیہ عقاید سے خارج نہین ہوتے تو یہ کہنے والا کہ اسلام کے اندر اس زمانہ مین بھی وہی برکات موجود ہین جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین تہین - کیونکر کافر ہو گیا - تو آپ اسکو ذاتی حملہ بتاتے ہین - شاید آپ کے نزدیک ذاتی حملے کے معنے کوئی الگ ہین - مولویصاحب ذاتی حملہ سے مراد ہے کسی کی ذات پر حملہ کرنا جیسا کہ آپ نے مجھہ پر حملہ کیا اور بار بار متلون مزاجی کا فتویٰ دیا - اور یہ جو مینے اعتراض کیا تھا اسکو ذاتی حملہ نہین کہتے بیشک آپ کسی اور ہمعصر سے جو ہمارا مخالف ہو دریافت کرلین اگر اسکو بھی ذاتی حملہ کہنا بجا ہے تو پھر تو ہم کسی کے غلط عقیدہ پر اعتراض ہی نہین کر سکتے - بھلا آپ جو فرماتے ہین کہ مینے جوش سے بھر کر لکھا ہے اور آپکا اپنی تحریر کی نسبت یہ دعویٰ ہے کہ آپ ٹھنڈے دل سے لکھہ رہے ہین اور صلح کل کی پالیسی کو مدنظر رکھکر لکھہ رہے ہین ذرا غور فرمایئے کہ مینے جو کچھہ لکھا تھا یا دلائل لکھا تھا آپ نے اپنے اخبار مین متعدد باتین لکھین مگر کیا میری کسی بات کا جواب دیا قربانی کے ذکر کو آپ ایسا کہا گئے کہ اعتراض کا ذکر کرکے جواب کا نام تک ہی نہین لیا انصاف یہ ہے کہ اگر قربانی کے متعلق جو نیا خیال آپ پیش کرتے ہین اور جو میرے نزدیک واقعی بدعت ہے یہی عقیدہ اسلامی ثابت ہو - اور قرآن شریف حدیث صحیح اور تعامل اسکو صحیح بتائین تو آپ سچے رہے اور اگر اس کے برخلاف ثابت ہو - اور آپکا یہ خیال جسکی تحریک اپنے اخبار مین کر رہے ہین بدعت ثابت ہو تو آپ کو چاہئے کہ چونکہ آپ بھی متفق علیہ عقاید کے دائرے سے خارج ہو گئے ہین اسلئے جو مسلمانون کی جیبون سے آپ طالب العلمون کو پرچے دینے کے لئے پیسے وصول کر رہے ہین انکو فی الفور واپس کرین - اب مین بھی آپکی ایمانداری کو دیکھونگا کہ آیا متفق علیہ عقاید سے خارج ہونیکا فتویٰ لگانا محض ایک ڈھکوسلا ہے یا واقعی آپکے نزدیک کچھہ حقیقت بھی رکھتا ہے اور میری بات کو تو آپ نہین مانتے حنفی المذہب علماء سے ایک فتویٰ اس بارہ مین حاصل کرین اور پھر اسکو اپنے اخبار مین شایع کرین بلکہ اہلحدیث سے بھی فتویٰ طلب کرین - اور پھر مین دیکھونگا کہ یہ بات کہانتک آپکے ساتھہ ملتا ہے - اور آپکی نیک نیتی کا بھی اندازہ لگ جائیگا کیونکہ آپکو یہ ہرگز جایز نہین اور ایمانداری سے بعید ہے کہ آپ صحیح عقیدون کے پھیلانیکے لئے امدادی روپیہ مسلمانون سے حاصل کرین جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک جھوٹے اور خلاف سنت عقاید ہین مجھے اس سے کوئی تعارض نہ ہوتا اور جو عقیدہ کہ جی چاہتا پھیلاتے اور جسکا جی چاہتا آپکو ان عقاید کے پھیلانے مین مدد دیتا مگر اب تو مین آپکی اُس نیک نیتی کو دیکھنا چاہتا ہون جسکا آپکو دعوےٰ ہے کیونکہ آپنے اس تجویز کو اسلئے رد کیا کہ آپکے مفروضہ عقاید متفق کے خلاف ہم لکھنا چاہتے تھے - حالانکہ اسپر اتفاق صحابہ اور امت ہے

---

* اس مضمون کے لکھنے کی تحریک وطن کے تازہ پرچہ ۳۰ مارچ سے ہوئی ہے -

کبھی نہین ہوا-

دوسرا مسئلہ سود کا ہے جسپر مینے اعتراض کیا تہا - مولوی ثناء اللہ آپنے شاید یہ سمجھ لیا ہے کہ مینے بلا تحقیق ہی اس مسئلہ پر قلم اٹھائی - مینے تو پہلے ہی لکہا تہا یعنی رسالہ مین جس موقعہ کا آپ حوالہ دیتے ہین اسکی عبارت یہ ہو کہ "مینے سنا ہے کہ آپ سر سید احمد خان کی طرز پر سود کو بھی جایز قرار دیتے ہین" - آپنے بجائے اسکے کہ اصل اعتراض کی طرف رجوع کرکے اسکا جواب لکھتے یا انکار کرتے کہ مین سر سید احمد خان کی طرز پر سود کو جایز قرار نہین دیتا اور فقہ حنفی کے رنگ مین جایز قرار دیتا ہون - میرے مضمون پر ایک فضول اعتراض کیا جو آپ اگر رسالہ ریویو کو پڑھ لیتے تو کبھی نہ کرتے مگر آپکو غرض اعتراض کرنے سے تہی - آپ کہتے ہین کہ مینے اردو رسالہ مین یوژری اور انٹرسٹ مین فرق نہین کیا - مین آپکو بتاؤن کہ آپ مہربانی کرکے میرے مضمون سود کا پہلا صفحہ جو رسالہ فروری کے شروع مین ہی ہے پڑھ لین تاکہ آپ کو اس فرق کی حقیقت معلوم ہو جائے - آپ مجھے درمختار کا حوالہ دیتے ہین آپ مہربانی کرکے درمختار مین سے وہ موقعہ نکال کر دکہا دین جہان کہا ہو کہ بھاری شرح سود ناجایز ہے اور ہلکی شرح سود جسکو آپ عیسائیون کے پیچھے چلکر انٹرسٹ سے تعبیر کرکے جایز کرنا چاہتے ہین جایز ہے - اور یہ بھی دکھائیے کہ وہان تجارتی اور بنکی سود کے کون کونسے باب الگ لکھے ہوئے ہین چونکہ آپنے درمختار کو ضرور پڑھا ہوگا اسلئے امید ہے آپ میری اس مشکل کو حل کر دین گے کیونکہ مجھے فقہ حنفی مین کوئی ایسا باب نہین ملا جہان بھاری شرح سود اور ہلکی شرح سود یا یوژری اور انٹرسٹ مین فرق کیا گیا ہو - یہ ایجاد ہے عیسائیون کی اور انکے پیچھے چلکر سر سید احمد خان نے بھی اسکو قبول کیا اور اب آپ آنکھین بند کرکے سر سید کے پیچھے چل رہے ہین -

یہ آپکا متفق عقاید سے دوسرا اختلاف ہے جسکا خطا آپنے اظہار نہین کرتے مین مینے آپکو لکہا تہا کہ آپ سر سید احمد خان کی طرز پر سود کو جایز قرار دیتے ہین - آپ ہی فرمائیے کہ سر سید احمد خان نے فقہ حنفی کے پیچھے چلکر سود کو جایز قرار دیا ہے؟ اس کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپنے اس مسئلہ مین کسقدر تحقیق کی ہے - اور انہین بے بنیاد خیالات پر آپ جو انٹرسٹ یعنی ہلکے سود یا تجارتی اور بنکی سود کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہین - آپنے تو فقہ حنفی پڑھی ہوئی ہوگی پھر یہ آپ کو کہان سے خیال پیدا ہوا کہ فقہ حنفی مین ہلکے سود کو جایز قرار دیا گیا ہے - آپ ذرا غور سے دوبارہ فقہ حنفی کو ملاحظہ فرماوین کیونکہ جہانتک مین سمجھتا ہون وہان تو دار الحرب اور دار الاسلام کی بنا پر جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے - پس آپ صاف الفاظ مین یہ کہین کہ آپ سر سید احمد خان کی طرح پر سود کو قرار نہین دیتے یعنی بھاری شرح سود کو ناجایز اور ہلکی شرح سود کو جایز بلکہ حنفی رنگ مین ہندوستان مین سود کو جایز قرار دیتے ہین - یعنے ہندوستان کو دار الحرب مان کر - مگر یہ آپ ہرگز نہ کہین گے - کیونکہ اگر آپ کے نزدیک بھی ہندوستان دار الحرب ہے جیسا کہ بعض دوسرے حنفیون کے نزدیک ہے جن مین سے مولوی محمد حسن ساکن بھیں کی کتاب کے دلایل مین نقل بھی کر چکا ہون تو پھر کھلم کھلا اسکا اعلان کیجئے - جیسا مولوی محمد حسن نے جو حنفی المذہب ہین کیا تہا - اور یہ بھی اعلان کر دیجئے کہ آپ کے نزدیک ہندوستان مین قمار بازی بھی جایز ہے اور غیر مسلمون کا مال چرا لینا یا بد دیانتی سے انکا مال وصول کر لینا بھی جایز ہے - یا اگر یہ باتین جایز نہ ہون تو پھر آپ اس امر کی تشریح فرمائیے کہ کیون جایز نہین کیونکہ مولوی محمد حسن اپنی کتاب ردّ حق الربی فی حقیقۃ الربا مین لکھتے ہین کہ فقہ حنفی کے رو سے دار الحرب مین ناجایز طریقون سے کفار کا مال لے لینا جایز ہے - بہر حال یہ سب باتین تشریح طلب ہین - یعنی یا تو آپ جواز سود کا فتویٰ سر سید احمد خان کی طرز پر دیتے ہین اور اس صورت مین آپ حنفی المذہب نہ رہے بلکہ نیچری بن گئے - اور یا فقہ حنفی کی رو سے ہندوستان کو دار الحرب قرار دیکر سود جایز قرار دیتے ہین تو اس صورت مین دوسرے حنفی علما کی طرح اپنے اخبار وطن کے ذریعہ جو مدعی اصلاح ہے یہ اعلان کر دیجئے کہ ہندوستان مین قمار بازی بھی جایز ہے - یا غیر مسلمون کا مال لے لینا بھی جایز ہے - . . . . یہ ناراض ہونے کی باتین نہین اور نہ یہ ذاتی حملے ہین بلکہ ایک مسئلہ کے متعلق تحقیق ہے - آپ میرے دلایل کو فروری اور مارچ کے رسالون مین ملاحظہ فرماوین اور اپنے دلایل سے ہی مجھے مستفیض فرماوین تاکہ اگر ضرورت ہو تو مین اس مسئلہ پر کچھ اور بحث کرکے اسکو صاف کرون - ہان جہان آپ اسقدر تشریح کرین گے اسبات کو بھول نہ جائین کہ حنفی دائرہ عقاید سے خارج ہوکر آپ کو قطعاً یہ حق نہین پہونچتا کہ آپ طلبا مین مفت اشاعت کے لئے لوگون سے امدادی چندے وصول کرین - آپ کا اور ہندوستان کا جھگڑا تو الگ رہا اب اسکا بھی فیصلہ کیجئے کہ ایسے باطل عقیدے رکھکر اور پھیلا کر آپ کو کیا حق پہونچتا ہے کہ آپ مفت اشاعت کے لئے امدادی چندے لین - اور مسلمانون کے رہے سہے عقاید کو تباہ کرین - مجھے آپ پر اگر اتنک افسوس ہی تو یہ ہے کہ آپ ہر پرچہ مین غیر احمدیون کی اعانت کا ذکر کرتے ہین اور میرے خطوط کو چھاپتے نہین - آپ تو مسلمانون کو بلا وجہ شکایت کا موقع نہین دینا چاہتے اور آپ ایسی بات کر رہے ہین جو اخبار نویسی کے اصول کے خلاف ہے اور اگر کوئی ہندو یا عیسائی اخبار نویس بھی ہوتا تو وہ ایسی تحریر کو شایع کرنے سے انکار نہ کرتا کیونکہ آپنے ایک غلط فہمی پھیلائی - اسکے ازالہ کیلئے مینے خط لکہا مگر آپ اسکو اخبار مین درج کرنے سے ڈرتے ہین کہ اس سے آپ کی کسی بات کی حقیقت کھلتی ہے - آپ نہ صرف میرے خط کو ہی شایع نہین کرتے بلکہ ہر اخبار مین نیش زنی بھی کر دیتے ہین - کیا یہ آپ کی انصاف پسندی ہے - خدا کا شکر ہے کہ آپ جیسے آدمیون سے لمبا معاملہ نہین پڑا - ورنہ آپ کی اس طبیعت کے اور بھی پہلو دیکھنے پڑتے - مولوی انشاء اللہ صاحب ہم آپکے غیر احمدی دوستون کے روپیہ کیلئے بھی برکت آپ لینا نہ چاہتے تھے اور شروع مین ہی آپ کو لکھ دیا گیا تہا کہ اعانت کے چندے آپکے پاس ہی جمع ہون اور ہمارے پاس کوئی نہ بھیجے اور وہ خط آپکے اخبار مین چھپ بھی چکا ہے اور آپ نے خود بھی یہ اعلان کیا تہا کہ لوگ چندے آپکے پاس ہی بھیجین پھر آپنے ۹ - مارچ کو اخبار مین لکھ دیا کہ بہت سے چندے براہ راست قادیان پہونچ چکے ہین -

اسکے جواب مین آپ کو خط لکہا گیا جسکے چھپنے سے غلط فہمی رفع ہو سکتی تہی مگر آپنے اسکو چھاپنے کے بجائے دبا رکہا ہے اور ہر اخبار مین کچھ نہ کچھ نیش زنی کرتے چلے جاتے ہین - کیا یہ ایمانداری ہے آپ میرے خط کو چھاپ دین اور مین ان لوگون کو ایک ایک پیسہ دیدونگا جو واپس مانگین گے - شیخ عمر بخش صاحب کا ذکر آپنے تو اتنی دفعہ کیا مگر شیخصاحب موصوف نے اتنک ایک خط بھی نہین لکہا جس مین انہون نے چندہ واپس طلب کیا ہو - آپ ان سے ایک . . . لکھوا دین تو مین انکا روپیہ واپس بھیجدونگا یا کم از کم انکی طرف سے وکالت نامہ لیکر آپ خود ہی لکھدین * . . . . - آپ لکھتے ہین کہ شیخ عمر بخش صاحب اور شیخ گلاب دین صاحبان وکلاء کے نام "شکر" مولوی محمد علی صاحب نے جواب تو دیا مگر گھبیانے ہوکر قدرے ترشروئی کے ساتھ" - آپ مہربانی کرکے وہ میرا خط چھاپ دیوین تاکہ لوگون کو معلوم ہو جاوے کہ واقعی آپ سچ لکھ رہے ہین یا معمولی اخباری رنگ کی یہ بھی ایک نیش زنی ہے - اب آپنے شیخ عمر بخش صاحب کے متعلق تو لکھ دیا کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک پر انہون نے نہین بھیجا مگر شیخ گلاب دین صاحب کے متعلق کیون نہ لکہا اور ان دوستون کے نام آپ کیون نہین لکھتے جنہون نے اس غلط فہمی کے نیچے تادیان مین اعانت کا روپیہ بھیجا ہے کہ رسالہ کی ترتیب بدل گئی ہے - آخر دشمنی مین حد سے بڑھنا نہین چاہئے مونہہ سے تو آپ اب بھی صلح کل ہونا ظاہر کر رہے ہین اور عملی رنگ مین آپ کا عناد حد سے گذرا ہوا ہے - آپ غلط فہمیون پر غلط فہمیان پھیلا رہے ہین اور اصل خطوط کو جو مینے بھیجے ہین شایع نہین کرتے تا جس شخص نے آپ کی تحریک پر روپیہ بھیجا ہو وہ واپس لیوے - معلوم نہین آپ کو میرے خطوط کا جواب کیا ملا جو آپ نے . . . لکھے تھے -

مینے ایک وقت تو آپ کے ساتھ معاملہ کو حسن ظن پر محمول کرکے اچھا سمجھا تہا مگر اب آپکے ساتھ معاملہ کرنے سے بہت ڈرتا ہون - یہان تک کہ ایک شخص نے جسنے اردو رسالہ منگوایا تہا اسکے لکھنے پر اردو رسالہ کی قیمت بھی واپس کر دی ہے حالانکہ آپ خوب جانتے ہین اور آپ نے خود اپنے ہاتھون سے اپنے خط مین لکہا ہوا ہے کہ اردو رسالہ سے اس تجویز کو کوئی تعلق نہ ہوگا - مگر جب آپ کی انصاف پسندی اور حق طلبی کے دیکھنے کا وقت آیا تو آپ اس شہادت حقہ کو بھی ادا نہین کر سکتے - بہر حال ہم جو کچھ آیا ہے سب کچھ واپس دیدین گے بشرطیکہ وہ صاحب جو لینا چاہتے ہین خود لکھین یا آپ کو اپنا وکیل کر دین - مینے یہ بیشک لکہا تہا کہ آپ دل کھول کر مخالفت کرین آپ اسکو جوش ناحق سمجھتے ہین مگر یہ سچا جوش ہے - کیونکہ میرا دل اس ایمان سے بھرا ہوا ہے کہ اگر ساری دنیا بھی ملکر مخالفت کرے تو بھی اس سلسلہ کا بال بیکا نہین ہو سکتا اور کوئی شخص کچھ نہین بگاڑ سکتا ہے - اچھا ہو آپ بھی اپنے دل کا ولولہ نکال لین آپنے میرے خط مندرجہ الحکم پر ایک نکتہ چینی بھی کی ہے کہ مینے لکھ دیا ہے کہ سردار محمد عجب خانصاحب کہتے ہین کہ جسقدر روپیہ واپس گیا ہے اس سب کو وہ پورا کر دین گے - حالانکہ خانصاحب کے خط کے یہ لفظ ہین کہ وہ کل یا جزو رقم مذکور روانہ کرنے کی سعی کرینگے - اس سے آپ کو یہ حملہ کرنیکا موقعہ ملا ہے کہ مین گویا اسقدر جاہل ہون کہ صاف الفاظ کے معنے بھی نہین سمجھتا - چنانچہ آپ لکھتے ہین کہ "ہمارے فاضل دوست شاید جزو کو بھی کل کا ہی مرادف سمجھے ہوئے ہین اور سعی اور حتمی اور پختہ اقرار مین کچھ فرق نہین سمجھتے جہان روشنی اس کمال کو پہونچ چکی ہو وہان سے غریب دنیا دار کب اُبھر سکتے ہین" - کیون صاحب آپ تو جوش مین نہین آئے سبحان اللہ کس بات سے کیا نتیجہ نکالا ہے - شاید اگر جوش مین آتے تو کوئی عجیب نتیجہ پر پہونچتے - وہ شاید کسی دوسرے موقعہ پر بتا دین گے - اسکی بجائے تو اگر آپ یہ لکھ دیتے کہ ایسے جاہلون کے مضامین اسلام پر کس کام کے ہو سکتے ہین تو میری ہی آرزو پوری ہو جاتی - مولویصاحب! اصل بات یہ ہے کہ مین ان لفظون کے معنے تو سمجھتا تہا مگر تجربہ نے بتا دیا ہے کہ جہان آپ جیسے لوگ حتمی وعدہ کرنیوالے بھی ہون تو اسکو وعدہ نہین سمجھنا چاہئے اور جہان سردار عجب خان صاحب جیسے پُر جوش مخلص سعی کا لفظ بھی لکھین تو اسکو حتمی وعدہ کے برابر سمجھنا چاہئے مین کیا کرون یہ میری سمجھ کا قصور نہین بلکہ تجربہ نے یہ بتا دیا ہے - باقی رہا جزو اور کل کا جھگڑا - سو آپ کو جزو پر اتنا زور دینے کی کیا ضرورت تھی کل کا لفظ بھی تو موجود ہے - مجھے جو اس جماعت کے پر جوش مخلصین کا تجربہ ہے اسنے مجھے یہی ہدایت کی کہ یہ لوگ ایسے ہین کہ دو باتون مین سے جو وہ کر سکتے ہین زیادہ نیکی اور ثواب کی بات کو اختیار کرتے ہین - اور جوش اور اخلاص تو انکے خط سے ہی ظاہر ہے - شاید اگر آپ توجہ فرماتے تو کوئی لفظ اسکے بھی خلاف نکال لیتے لیجئے اب مین آپ کو اس تجربہ کی صداقت مین یہ خوشخبری بھی سنا دونگا کہ کل روپیہ جو آپ کی تحریک پر غیر احمدی احباب نے واپس لیا وہ سردار محمد عجب خانصاحب نے ادا کر دیا - بالفعل چونکہ صرف قریباً عہ کی رقم کی واپسی کی درخواست آئی ہے - یہ قلیل رقم مجھے سردار صاحب موصوف سے مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے ہان آپ کی تحریک پر جب کوئی معقول رقم آپکے دوست واپس لے لین گے تو پھر مین سردار صاحب کو اطلاع دونگا آپ جو نتیجہ چاہین نکالین اس سے مجھے غرض نہین مگر اسکو میری جہالت کی ثبوت مین پیش کرنا فضول ہے - مین عملی طور پر آپ کو دکھا دونگا کہ یہی نتیجہ صحیح ہے - آپ بھی سچے ہین کہ آپنے کسی سے ایسا اخلاص اور دین اسلام کا ایسا سچا جوش نہین دیکھا اور مین بھی سچا ہون کہ مینے اپنی آنکھون سے وہ نظیرین دیکھی ہین جو قرون اولی کے مسلمانون مین پائی جاتی ہین - اب مین آپ سے رخصت ہوتا ہون اگر آپ نے ذاتی بحث کو چھوڑ کر عقاید کی بحث پر قلم اُٹھائی تو مین آپکا نہایت مشکور ہونگا کیونکہ کم از کم یہ دو مسایل تو صاف ہو جاوین گے یعنی ایک قربانی کی منسوخی کا مسئلہ اور دوسرا

* وطن کے زیادہ اصرار کو دیکھکر مینے شیخصاحب کا روپیہ بلا درخواست ہی واپس کر دیا ہے - محمد علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کھلی چٹھی

برادرم مکرم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔
زکوٰۃ کے متعلق بارہا تحریک ہو چکی ہے اور بحمد اللہ اسوقت فنڈ میں روپیہ آ بھی رہا ہے۔ مگر اکثر دوست جن پر یہ امید کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے ابھی توجہ نہیں کی۔ اسلام کی بڑی خوبیوں میں سے ایک یہ خوبی ہے جو صرف اسی مذہب میں پائی جاتی ہے کہ اس نے خدا کے حقوق اور بندوں کے حقوق ہر دو امور کو فرائض مذہبی میں داخل کر کے اسکے لئے قوانین مقرر کر دیئے ہیں اور عام تعلیم پر بس نہیں کی مثلاً یہ کہہ دینا کہ تم خدا کی یاد کیا کرو اور اپنے بھائیوں سے نیک سلوک کرو۔ یہ تو معمولی باتیں ہیں جو سب مذاہب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں مگر اسلام کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس نے اس عام تعلیم بہایت اعلیٰ درجہ کی دیکر پھر وہ راہیں تیار کر دی ہیں جو سست اور غافل طبیعتوں کے لئے ایک تازیانہ کا کام دیتی ہیں اور عملی طور پر انسان کو خدا کی راہ پر چلاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو انسان کے فرائض ہیں ان کو پورا کرنے کیلئے پنجگانہ نماز قائم کر دی ہے کیونکہ جو شخص پانچ وقت اپنے خدا کے حضور جاتا ہے وہ خدا سے غافل نہیں ہو سکتا بشرطیکہ وہ حقیقت نماز پر قائم ہے اور صرف رسمی طور پر ٹکریں نہیں مارتا۔ ایسا ہی روزے ایک ماہ کے مقرر کر دیئے ہیں۔ حقوق عباد کیلئے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم دیکر کہ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ - کوئی مومن بنتا ہی نہیں جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ سبق دینے کے بعد کہ سب مومن بھائی ہیں عملی راہیں اپنے بھائیوں سے نیکی کرنے کی بھی بتا دی ہیں۔ سود سے روکا زکوٰۃ کو فرض کر دیا۔ اور اس سے بڑھ کر صدقات کی ترغیب دی۔ مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ میں لوگ سب باتوں میں سست ہو گئے ہیں اپنے لئے وہ ہر طرح کی آسائش کی فکروں میں لگے رہتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ کسقدر ہمارے بھائی ہیں جنکی مدد کرنا ہمارا فرض ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بڑے زور دار الفاظ میں اسبات کا ذکر فرمایا ہے۔ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعٰفا خافوا علیھم یعنی اسبات سے ڈرو کہ اب تو تم آسائش میں ہو اور دوسرے لوگ تمہاری مدد کے محتاج ہیں اگر تمہارے پیچھے تمہاری اولاد ضعیف رہ جائے تو پھر کیا حال ہو۔ چونکہ دنیا میں ہمیشہ ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ ایک شخص اگر آج امیر ہے تو کل اسکی اولاد غریب ہے۔ اسلئے اسلام نے ہمدردی انسانی کی راہ پر چلانے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ دیا کریں۔ یاد رکھو کہ کوئی شخص ایک فرض کو ادا کر کے اور باقی سے غافل رہکر خدا کے نزدیک سرخرو نہیں۔ خدا کے حکموں میں تفرقہ مت ڈالو کہ نمازیں پڑھ لینا کافی ہے اور بس۔ حضرت ابوبکر نے ان سب لوگوں کو مرتدین میں داخل کیا تھا جنہوں نے زکوٰۃ کے دینے سے انکار کیا۔ ہمارے ملک میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ روپیہ نقدی کی صورت میں تو نہیں ہوتا مگر بہت تھوڑے کھاتے پیتے گھر ایسے ہونگے جن میں زیور کی صورت میں مال موجود نہ ہو۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا نقد روپیہ پر زکوٰۃ ہے ایسا ہی زیور پر بھی ہے* - ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ زیور خاوند نے عورت کو دیدیا ہوا ہوتا ہے اور اس طرح پر وہ عورت کی ملک ہو جاتا ہے۔ پس عورتوں کے لئے یہ عمدہ موقعہ ہے کہ وہ خدا کے احکام پر چلکر مستحق ثواب نہیں ورنہ اگر وہ اس زیور کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتیں تو خدا کے احکام کی صریح نافرمانی کرتی ہیں۔ اکثر خاوند بھی یہ کہکر پیچھا چھوڑا لیتے ہیں کہ یہ عورتوں کا مال ہے ہمیں اس سے کچھ تعلق نہیں۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد اپنے گھر پر نگہبان یا بادشاہ کی طرح پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ ۔ پس اگر عورتیں حقوق اللہ یا حقوق عباد میں جو خدا تعالیٰ نے فرض کر دیئے ہیں کسی طرح کی غفلت کرتی ہیں۔ تو یہ خاوندوں کا فرض ہے کہ وہ ان کو سیدھی راہ پر چلائیں میں نے اپنے ایک معزز دوست کو جب یہ توجہ دلائی کہ انکی بی بی کے پاس اسقدر زیور ہے جسکی زکوٰۃ دینی چاہئے تو انہوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ میں اگر اسے زکوٰۃ کے لئے کہونگا تو وہ سمجھے گی کہ میرے زیور کا حساب لینا چاہتا ہے ایسی بات سے میں تعجب ہوں کہ خدا کے احکام کو ایسی باتوں سے ٹالا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے مالوں میں کیا برکت ہو سکتی ہے وہ یاد رکھیں کہ مال میں برکت دینا خدا کا کام ہے خدا سے ڈریں اور اپنے گھروں میں خدا کے احکام کی پابندی کرا دیں۔ ہماری جماعت کے لئے یہ امر سخت قابل افسوس ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی نیک بی بی جب یہ سمجھ جائے کہ زیور کی زکوٰۃ فرض ہے تو وہ انکار کرے۔ خاوند اگر عمدہ نمونہ قائم کریں اور گھروں میں وعظ نصیحت کر کے سمجھا دیں تو یہ امر کچھ بھی مشکل نہیں۔ بلکہ عورتوں کو خوش ہونا چاہئے کہ انکے لئے بھی خدا نے ایسی راہ نکالی ہے کہ وہ خدمت دین میں حصہ لے سکتی ہیں۔ اس فقرہ کی تشریح میں آگے چل کر کرتا ہوں۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر زکوٰۃ دینی فرض ہے تو کیوں ہر ایک شخص اپنی جگہ زکوٰۃ نکال کر اسکو جسطرح چاہے تقسیم نہ کر دے۔ اسکے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر ایک شخص زکوٰۃ کے مصارف کو سمجھتا بھی نہیں۔ اسی لئے اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ زکوٰۃ کا کل روپیہ ایک جگہ جمع ہو کر پھر مناسب طور پر بانٹا جاوے۔ اور دوسرے بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو کچھ وہ صدقات کے طور پر یا کسی غریب بھائی کی مدد کو دیتے ہیں وہی زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ کو بالکل الگ کر دینے کا حکم ہے۔ اور زکوٰۃ کے علاوہ صدقات کی ترغیب قرآن شریف نے دی ہے۔

تیسرے بھی بڑی وجہ سستی کی ہے کہ انسان خیال کرتا رہتا ہے کہ آج دیدونگا کل دیدونگا۔ حالانکہ شریعت اسلام کی رو سے یہ نہایت ضروری ہے کہ جس مال پر ایک سال گذر گیا ہے اسکی زکوٰۃ فی الفور ادا کر دیجاوے۔

چہارم ہم سب ایک سلسلہ میں منسلک ہیں اور اس سلسلہ کی بڑی بڑی ضروریات ہیں۔ جماعت میں سے بعض لوگ فوت ہو جاتے ہیں تو ان کے پیچھے بچے یتیم رہ جاتے ہیں۔ بعض لوگ مؤلفۃ القلوب ہوتے ہیں۔ بعض نو مسلم ایسے ہوتے ہیں کہ انکے ماں باپ ان کو گھروں سے نکال دیتے ہیں۔ اور ضروری ہوتا ہے کہ انکو دینی تعلیم بھی دیجاوے۔ ان سب باتوں کے لئے کثیر اخراجات کی ضرورت ہے اور یہ سب زکوٰۃ میں سے بآسانی پورے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ کل جماعت بالاتفاق زکوٰۃ کا روپیہ اسجگہ بھیجے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنے بڑے بڑے کام ہوتے ہیں وہ سب قوم کے اتفاق سے ہوا کرتے ہیں۔ ایک دو آدمی ان کو پورا نہیں کر سکتے پس اگر قوم چاہتی ہے کہ ہمارا یہ سلسلہ ہر طرح سے ترقی کرے تو اسکا فرض ہے کہ زکوٰۃ کے روپیہ کی ایک جگہ جمع کرنیکا انتظام کرے۔ پھر وہ انشاء اللہ دیکھیں گے کہ اس سے کیسے کیسے مفید نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کے مصارف میں اکثر لوگ دہوکہ کہاتے ہیں۔ وہ خاص مصرف ہیں جو قرآن شریف نے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان سے علاوہ اگر وہ روپیہ دیا جاوے تو جائز نہیں خواہ نیکی کا کام ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ فرمایا تھا کہ بیشک زکوٰۃ کا روپیہ ایک جگہ جمع ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر کئی احباب نے زکوٰۃ کا روپیہ اس جگہ بھیجنا شروع بھی کر دیا ہے جو امین زکوٰۃ فنڈ کے پاس جمع ہوتا ہے اور حسب ضرورت خرچ ہوتا ہے اور اسوقت بھی اس سے بہت سے فوائد نظر آتے ہیں اور اگر یہ سلسلہ ترقی کرے تو انشاء اللہ نہایت ہی عمدہ ثابت ہوگا۔

امر سوئم یہ ہے کہ جس مال پر زکوٰۃ دینا فرض ہے وہ کسقدر ہے سو یاد رکھنا چاہئے کہ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے۔ جس کے پاس اسقدر یا اس سے زیادہ مالیت کا سونا یا چاندی ہو اگر اسپر ایک سال گذر گیا ہو تو اسپر لازم ہے کہ چالیسواں حصہ اسکا زکوٰۃ دیں۔ جن زمینوں پر خراج دیا جاتا ہے اون کی پیداوار میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔

زکوٰۃ کا روپیہ بنام امین زکوٰۃ فنڈ قادیان ارسال فرماویں۔

(خاکسار محمد علی ازقادیان)
مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء

ضروری اطلاع

قادیان میں چندہ بھیجنے والے احباب ہمیشہ ان ہدایات کو مدنظر رکھیں۔ (۱) لنگر خانہ کا چندہ حضرت اقدس کے نام بھیجیں اور دوسری مدات کا روپیہ آپکے نام ہرگز نہ بھیجیں۔ (۲) مدرسہ کا چندہ امین مدرسہ تعلیم الاسلام۔ میگزین کی خریداری کا اور اشاعت اسلام کا روپیہ بنام مینیجر ریویو آف ریلیجنز۔ زکوٰۃ کا روپیہ بنام امین زکوٰۃ فنڈ۔ بہشتی مقبرہ کے متعلق کل روپیہ بنام فنانشل سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان۔ آنا چاہئے۔ اور کسی شخص کے نام پر نہ آنا چاہئے۔ (۳) خط و کتابت مدرسہ کے متعلق کل بنام ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔ اور بہشتی مقبرہ یا وصیتوں کے متعلق یا وصیتوں کا بھیجنا بنام سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان ہونی چاہئے۔

* زیور کی زکوٰۃ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتوےٰ پہلے چھپ چکا ہے۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

گل کھلین گے اور بھی گرتہی ہندی کا رنگ

عیسائی مذہب کی ناکامی اور نامرادی اب مختلف صورتون مین جلوہ گر ہو رہی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ پوپ آف روم کو ایک خاص اقتدار اور اختیار یورپ پر حاصل تھا لیکن جب ان مظالم اور شرمناک کرتوتون کی انتہا ہو چکی جو نسری لائیف مین ہوتی ہین تو اللہ تعالیٰ نے اس شرک عظیم کی ہلاکت کے سامان اندر ہی سے پیدا کر دیئے اور لوتھر مارٹین عیسائی مذہب کے ریفارمر نے پوپ ازم کے بخئے ادھیڑ دیئے۔

مگر اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ سرے سے عیسائی مذہب ہی کو نیست و نابود کر دینے کا خیال مختلف رنگون مین پیدا ہو چلا ہے۔ جو لوگ یورپ کی مذہبی دنیا سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ مختلف صورتون سے اس مذہب کو دھتکارا جا رہا ہے۔ مین اسوقت ان طریقون کے اظہار کی حاجت نہین سمجھتا۔ بلکہ مجھے اس وقت اس انقلاب عظیم کا ذکر کرنا ہے جو فرانس مین عیسائی مذہب کے متعلق پیدا ہوا ہے۔ الحکم کے اکثر ناظرین اس بات سے آگاہ ہونگے کہ گذشتہ ایک صدی کے عرصہ مین فرانس نے قریباً تیرہ مرتبہ طریق حکومت مین تبدیلی کی ہے اور بعض اوقات اس انقلاب سلطنت مین چند مہینون کا وقفہ ہی ہوا ہے۔ شخصی حکومت کے بعد جمہوری اور جمہوری کے بعد شخصی یہ ایک معمولی امر ہے لیکن اسوقت جو انقلاب عظیم فرانس مین ہونیوالا ہے وہ سخت خطرناک اور سخت مسرت افزا ہے۔ خطرناک تو اس لئے ہے کہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ فرانس مین خانہ جنگی شروع نہ ہو جاوے اور گھر ہی مین تلوار نہ چل جاوے اور اسطرح پر فرانس کی زمین خون کے نالون سے سرخ نہو۔ اور مسرت افزا اسلئے ہے کہ یہہ انقلاب عیسائی مذہب کا خاتمہ کرنے والا ہے۔ وہ مذہب جسنے ایک عاجز اور یہہ احتیاج انسان کو خدا تعالیٰ کے عرش پر بٹھایا ہے۔ اور جس نے دنیا مین ہر قسم کی بدی اور بدکاری کی جرأت دلا رکھی ہے !!

اس سے پہلے چرچ اور انتظام سلطنت ایک ہی سلسلہ مین منسلک تھے جو جماعت سلطنت کے لئے قوانین وضع کرتی وہی حامی مذہب وملت ہوتی لیکن چونکہ یورپ مین یوماً فیوماً مذہب اور خصوصاً عیسائی مذہب سے بیزاری اور بے اعتباری ہو رہی ہے اسکا اثر خاص فرانس جیسے عیاش ملک پر بھی پڑا ہے۔ فرانس مین آئندہ چرچ کا تعلق سلطنت سے الگ کرنے کی تجویز ہے۔ جس سے پادریون اور مسیح کے چیلون مین سخت تشویش پیدا ہو رہی ہے اور وہ لوگ جو مسیح کا پہاڑی وعظ سنا سنا کر ڈاڑھیان ہلایا کرتے اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کی اخلاقی تعلیم کے کمالات پیش کیا کرتے ہین سخت برافروختہ ہو رہے ہین۔ انکی آنکھون مین خون اتر آیا ہے چنانچہ ایک آدھ مقام پر ہنگامہ اور خونریزی ہو بھی چکی ہے اور اسکا یہانتک اثر پڑا کہ وزارت فرانس کو مستعفی ہونا پڑا۔ آئندہ دیکھئے کیا ہوتا ہے؟ قطع نظر اسکے کہ اس مخالفت کا اثر ملکی انتظام پر کیا پڑے۔ اس مین تو کوئی کلام ہی نہین ہو سکتا کہ عیسائی مذہب کی سخت ناکامی اور نامرادی کا عام اعلان ہو جائے گا۔ اور اس سے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی پر ایک زبردست دلیل قایم ہوگی کیونکہ وہ آیا ہے اس غرض کے لئے کہ اس شرک عظیم کے بت کو توڑا جاوے اور اس کے انفاس قدسیہ اور عقد ہمت کا یہہ اثر ہو رہا ہے کہ خود ہی یہہ مذہب اپنے پرستارون کے ہاتھون ہلاک ہو رہا ہے۔ وللہ الحمد۔

عیسائی مشن پر ایک انگریز کی رائے

عیسائی مشنری خواہ دنیا کی آنکھون مین کتنا ہی دہول ڈالنا چاہین مگر سچائی اپنا اثر دکھلائے بغیر نہین رہ سکتی۔ چنانچہ جیمس سمتھ صاحب عیسائی مشن کے متعلق اپنی رائے کا مفصلہ ذیل الفاظ مین اظہار کرتے ہین۔

اگر موٹے طور پر عیسائی مشن کے متعلق اظہار رائے کیا جائے تو وہ تین حصص مین تقسیم ہو سکتا ہے۔

(۱) اصولاً یہ مشن کفر کی تلقین کرنیوالے ہین۔

(۲) ان کا میلان طبیعت عیسائی دین کے برخلاف ہے۔

(۳) اپنی مطلب برآری کے لئے جن وسائل کا یہ استعمال کرتے ہین وہ نہایت مکروہ ہین اور جو نتائج حاصل ہوتے ہین وہ قابل نفرت ہین۔

(۱) یہ ماننا ہی کہ خدا سوائے عیسائیون کے دنیا کے کروڑون آدمیون کی روحانی بہتری یا تو کرنا نہین چاہتا یا کر نہین سکتا ایک کلمہ کفر ہے۔ اسبات کو مان کر عیسائی مناد عیسائی مذہب کی اشاعت کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے۔ جو کام خدا تعالیٰ نے دانستہ یا نادانستہ رہ گیا ہے اسکی تکمیل اپنے ہاتھ مین لیتا ہے۔ اگر یہہ کفر نہین تو ہم نہین جانتے کفر کسے کہہ سکتے ہین۔ شروع سے واقعات اسبات کا ثبوت دیتے رہے ہین کہ خدا کبھی غافل نہین ہوتا اور جبکہ وہ ناچیز سے ناچیز کو بھی اپنے سایہ عاطفت مین رکھتا ہے اپنے انسانی بچون کو دل سے بھلا نہین سکتا۔ حسب ضرورت وہ مختلف ممالک مین اور مختلف اوقات مین ایسی آتمائین پیدا کرتا رہتا ہے۔ جو تاریکی کو دور کرنے والی اور علم کی روشنی کو پھیلانے والی ہوتی ہین۔ مگر عیسائی منادون کا یہ شیوہ ہو گیا ہے کہ وہ سوائے اپنے اور کسی کو خدا کا مقبول بندہ تصور نہین کرتے۔

(۲) اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آخر یہ "پرچار کا کام" شروع کس بنا پر کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسے اپنے حوارین مین سے گیارہ کے سامنے نمودار ہوئے اور اون کو حکم دیا کہ دنیا بھر مین جاؤ اور ہر ایک آدمی کو انجیل کی تلقین کرو۔

یہہ الفاظ عیسی نے صرف اپنے حوارین کو مخاطب کر کے کہے۔ گو تاریخی طور پر ان کی چندان وقعت نہین لیکن اگر بفرض محال مان بھی لیا جاوے تو جس طرح شروع سے اسپر عمل ہوتا رہا ہے وہ لطف سے خالی نہین۔ عیسے کی موت کے صرف تیس برس بعد سینٹ پال نے لکھا کہ "انجیل تمام دنیا مین ہے" اور "ہر ایک انسان تک جو آسمان کے نیچے ہے اسکی آواز پہنچ گئی ہے۔" چونکہ مقصد حاصل ہو چکا ہے اسلئے اب عیسائی صاحبان کا کوئی حق نہین کہ جگہ جگہ پھر کر ناحق آدمیون کی سمع خراشی کرین لیکن آج ہمین عیسائی صاحبان کہتے ہین کہ لفظون پر جانے کی ضرورت نہین۔ آسمان کے نیچے رہنے والے اشخاص سے حضرت پال کی مراد ان لوگون سے ہے جو اس سچائی کے حاصل کرنے کے مستحق ہین کیونکہ حقیقت مین ان پر ہی بہشت کا سایہ ہے۔

(۳) لیکن وہ وسایل جن سے مشنری لوگون کو عیسائی مذہب کی طرف کھینچتے ہین نہایت قابل نفرت ہین اگر وہ ادہر ادہر کی باتین اور گناہ کی اصلیت اور کفارہ کے متعلق دور از قیاس مضمون کو بیان کر کے کسی حبشی کو عیسائی کر لیتے ہین تو حقیقت مین وہ ایک دیانت والے آدمی کو بد دیانتی کی طرف لے جاتے ہین اور اگر ہم اوس گشت وخون کا خیال کرین جو عیسائی مذہب نے مذہب کے نام پر میکسیکو اور پیرو وغیرہ مقامات پر اپنے گلا کو بڑھانے مین کیا تو رونگٹے بدن پر کھڑے ہو جاوین کلیجہ مونہہ کو آنے لگے۔

ہمارا صرف اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ مشنری صاحبان کے پیچھے پیچھے تاجر آتے ہین۔ اور تمام مغربی عیوب اور بدکاریون کا پیوند مقامی کمزوریون پر چڑھا دیتے ہین۔

مگر ہندوستان مین عیسائی مشنریون کا موجود ہونا ہی اہل ہندوستان کی ہتک کرتا ہے۔ معمولی نظر کا آدمی بھی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ جو آب حیات انہین کہین عیسائی اور یہودیون کے متبرک علم ادب مین بہتا نظر آتا ہے وہ اون چشمون سے لیا گیا ہے جو ہمیشہ سے اس پاک سرزمین مین رہتے رہے ہین۔ اور دور سے حق کے متلاشیون کی پیاس بجھاتے رہے ہین۔ چنانچہ پائی تھوگورس Pythagoras ان چشمون پر آیا اپنی پیاس بجھائی اور اپنی واپسی پر اپنے اہل ملک کے لئے ایک ناخدا ثابت ہوا۔ موجودہ علوم ہمین اس نتیجہ پر پہونچاتے ہین کہ حضرت عیسیٰ ایک طالب حق کی حیثیت مین ہندوستان مین آئے اور جو کچھ اپنی قابلیت کے مطابق وہ یہان سے لے جا سکے لے گئے۔ اور اپنی واپسی پر اون کی تلقین کی۔ اگر اسوقت ہم کوئی دعا کر سکتے ہین وہ یہ کہ ہندوستان کو اون زہریلی ہواؤن سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے جو اسوقت مغرب مین چل رہی ہین جہان مشنریون کے لئے محل تعمیر کئے جاتے ہین۔ مگر دیانتداری سے روزی کمانے والون کو جن کی تعداد لکھون اور کروڑون ہین سر چھپانے کو مکان تک نصیب نہوتا۔ جہان حضرت عیسیٰ کے جانشین جنکو نہایت تکلیف کی زندگی گذارنا پڑی۔ عالی شان عمارتون مین رہتے ہین اور ریشمی لباس زیب تن کرتے ہین اور بجائے مذہب کے سچے اصولون کی تلقین کرنے کے آپس کی مخالفت اور بیرونی آڈمبرون کی جد وجہد مین رہتے ہین۔"

تعلیم الاسلام سکول کی عظمت

علی گڈھ کالج کے امتحانات دینیات کا نتیجہ شایع کیا گیا ہے جسکو پڑھ کر مجھے بہت ہی خوشی ہوئی اور یہہ خوشی ہماری قوم کے لئے موجب فخر ہے

عزیز غلام محمد جو سال گذشتہ مین تعلیم الاسلام کالج کیطرف بطور پرائیویٹ طالب علم امتحان ایف۔ اے مین پاس ہو کر سال کے آخری حصہ مین علیگڈھ کالج مین جا کر داخل ہوا تھا۔ وہ امتحان دینیات مین نمبر اول رہا ہے اور اس نے پورے پچاس نمبر حاصل کئے ہین ممتحن صاحب نے انکے نتیجہ کے ساتھ یہہ ریمارک کیا ہے۔ "اس طالب علم نے پورے پچاس نمبر حاصل کئے کیونکہ جوابات مین احادیث وآیات قرآنیہ سے استدلال کیا ہے اسکی معلومات قابل تعریف ہے۔"

یہہ ریمارک میرے لئے اور میری قوم کے لئے جسقدر مسرت افزا ہے اسکا اندازہ سہل نہین ہے یہ خوشی اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ کالج کے سارے نتیجہ امتحان مین ایسا ریمارک کسی طالب علم کے متعلق نہین پاتا۔ قوم کو معلوم رہے کہ قادیان سکول کی مذہبی اور دینی تعلیم کی عظمت کا یہہ کوئی چھوٹا سا ثبوت نہین کہ علی گڈھ جیسے کالج مین سب سے اول اپنی جماعت مین اور سب سے اعلیٰ تعریف کے لحاظ سے کل کالج مین اول نمبر رہنے والا ایک قادیانی سکول کا سابق طالب علم ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ

چشمہ مسیحی

اگر استعارہ کے رنگ میں یا اور بنا پر خدا تعالیٰ نے مریم کو ہارون کی ہمشیرہ ٹھیرایا تو آپکو اس سے کیوں تعجب ہوا جبکہ قرآن شریف بجائے خود بار بار بیان کر چکا ہے کہ ہارون نبی حضرت موسیٰ کے وقت میں تہا اور یہ مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ تہی جو چودہ سو برس بعد ہارون کے پیدا ہوئی تو کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ واقعات سے بیخبر تہا اور نعوذ باللہ اوس نے مریم کو ہارون کی ہمشیرہ ٹھہرانے میں غلطی کی ہے۔ کس درجہ کے خبیث طبع یہ لوگ ہیں کہ بیہودہ اعتراض کر کے خوش ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ مریم کا کوئی بہائی ہو جس کا نام ہارون ہو۔ عدم علم سے عدم شے تو لازم نہیں آتا مگر یہ لوگ اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کسقدر اعتراضات کا نشانہ ہے۔ دیکھو یہ کسقدر اعتراض ہے کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تہا تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوند نکرے۔ لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام ایک نجار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔ اب اعتراض یہ ہے کہ اگر درحقیقت معجزہ کے طور پر یہ حمل تھا تو کیوں وضع حمل تک صبر نہیں کیا گیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ عہد تو یہ تھا کہ مریم مدت العمر ہیکل کی خدمت میں رہے گی پھر کیوں عہد شکنی کر کے اور اسکو خدمت بیت المقدس سے الگ کر کے یوسف نجار کی بیوی بنایا گیا۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ توریت کے رو سے بالکل حرام اور ناجائز تہا کہ حمل کی حالت میں کسی عورت کا نکاح کیا جائے پھر کیوں خلاف حکم توریت مریم کا نکاح عین حمل کی حالت میں یوسف سے کیا گیا حالانکہ یوسف اس نکاح سے ناراض تہا اور اسکی پہلی بیوی موجود تھی وہ لوگ جو تعدد ازدواج سے منکر ہیں شاید ان کو یوسف کے اس نکاح کی اطلاع نہیں۔ غرض اسجگہ ایک معترض کا حق ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ اس نکاح کی یہی وجہ تھی کہ قوم کے بزرگوں کو مریم کی نسبت ناجائز حمل کا شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اگرچہ ہم قرآن شریف کی تعلیم کے رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا تا خدا تعالیٰ یہودیوں کو قیامت کا نشان دے اور جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت آدم بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی انکی ثابت نہیں ہوتی بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قویٰ سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ القصہ حضرت مریم کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہوا تہا ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کرنیکے لئے نذر ہو چکی تھی اس کے نکاح کی کیا ضرورت تھی افسوس اس نکاح سے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور یہود نابکار نے ناجائز تعلق کے شبہات شائع کئے پس اگر کوئی اعتراض قابل حل ہے تو یہ اعتراض ہے نہ کہ مریم کا ہارون بھائی قرار دینا کچھ اعتراض ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ بھی لفظ نہیں کہ ہارون نبی کی مریم ہمشیرہ تھی صرف ہارون کا نام ہے نبی کا لفظ وہاں موجود نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ نبیوں کے نام تبرکاً رکھے جاتے تھے سو قرین قیاس ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہوگا جس کا نام ہارون ہوگا اور اس بیان کو محل اعتراض سمجھنا سراسر حماقت ہے۔

اور قصہ اصحاب کہف وغیرہ اگر یہودیوں اور عیسائیوں کی پہلی کتابوں میں بھی ہو اور اگر فرض کر لیں کہ وہ لوگ ان قصوں کو ایک فرضی قصے سمجھتے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے آپ کو یاد رہے کہ ان لوگوں کی مذہبی اور تاریخی کتابیں اور خود انکی آسمانی کتابیں تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ یورپ میں ان کتابوں کے بارے میں آج کل کسقدر ماتم ہو رہا ہے اور سلیم طبیعتیں خود بخود اسلام کیطرف آتی جاتی ہیں اور بڑی بڑی کتابیں اسلام کی حمایت میں تالیف ہو رہی ہیں۔ چنانچہ کئی انگریز امریکہ وغیرہ ممالک کے ہمارے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں آخر جھوٹ کب تک چھپا رہے پھر سوچنے کا مقام ہے کہ وحی الٰہی کو ایسی کتابوں کی اقتباس کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ خوب یاد رکھو کہ یہ لوگ اندھے ہیں اور ان کی تمام کتابیں اندھی ہیں۔ تعجب کہ جس حالت میں قرآن شریف ایسے جزیرہ میں نازل ہوا جس کے لوگ عموماً عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے بے خبر تہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود اُمی تھے تو پھر یہ تہمتیں آنجناب پر لگانا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہیں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ پر کسقدر اعتراض ہوں گے جنہوں نے ایک اسرائیلی فاضل سے توریت کو سبقاً سبقاً پڑہا تھا اور یہودیوں کی تمام کتابوں طالمود وغیرہ کا مطالعہ کیا تہا اور جنکی انجیل درحقیقت بائبل اور طالمود کی عبارتوں سے ایسی پُر ہے کہ ہم لوگ محض قرآن شریف کے ارشاد کی وجہ سے اُنپر ایمان لاتے ہیں ورنہ انجیل کی نسبت بڑے شبہات پیدا ہوتے ہیں اور افسوس کہ انجیلوں میں ایک بات بھی ایسی نہیں کہ جو بلفظہ پہلی کتابوں میں موجود نہیں۔ اور پھر اگر قرآن نے بائبل کی متفرق سچائیوں اور صداقتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا تو اس میں کونسا استبعاد عقلی ہوا اور کیا غضب آگیا۔ کیا آپ کے نزدیک یہ محال ہے کہ یہ تمام قصے قرآن شریف کے بذریعہ وحی کے لئے گئے ہیں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صاحب وحی ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت ہے اور آپ کی نبوت حقہ کے انوار و برکات اب تک ظہور میں آرہے ہیں۔ کیوں یہ شیطانی وساوس دل میں داخل کئے جاویں کہ نعوذ باللہ قرآن شریف کا کوئی قصہ کسی پہلی کتاب یا کتبہ سے نقل کیا گیا ہے۔ کیا آپ کو خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ شک ہے یا آپ اوس کو علم غیب پر قادر نہیں جانتے۔ اور میں بیان کر چکا ہوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا کسی کتاب کو اصلی قرار دینا اور کسی کو فرضی سمجھنا یہ سب بے بنیاد خیالات ہیں کسی نے اصلی کی اصلیت کا ملاحظہ کیا اور نہ کسی نے کسی جعل ساز کو پکڑا۔ اسکی نسبت خود یورپ کے محققین کی شہادتیں ہمارے پاس موجود ہیں ایک اندھی قوم ہے جن میں ایمانی روشنی باقی نہیں رہی اور عیسائیوں پر تو نہایت ہی افسوس ہے۔ جنہوں طبعی اور فلسفہ پڑہکر ڈبو دیا۔ ایک طرف تو آسمانوں کے منکر ہیں اور ایک طرف حضرت عیسیٰ کو آسمان پر بٹھاتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ اگر یہود کی پہلی کتابیں سچی ہیں تو اون کی بنا پر حضرت عیسیٰ کی نبوت ہی ثابت نہیں ہوتی مثلاً سچے مسیح موعود کے لئے جس کا حضرت عیسیٰ کو دعوےٰ ہے ملاکی نبی کی کتاب کے رو سے یہ ضروری تہا کہ اوس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا مگر الیاس تو اب تک نہ آیا۔ درحقیقت یہودیوں کیطرف سے یہ بڑی حجت ہے جس کا جواب حضرت عیسیٰ صفائی سے نہیں دے سکے۔ یہ قرآن شریف کا حضرت عیسیٰ پر احسان ہے جو اون کی نبوت کا اعلان فرمایا اور کفارہ کا مسئلہ تو حضرت عیسیٰ نے آپ رد کر دیا ہے۔ جبکہ کہا کہ میری یونس نبی کی مثال ہے جو تین دن زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا اب اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت صلیب پر مر گئے تھے تو اون کو یونس سے کیا مشابہت اور یونس کو اون سے کیا نسبت۔ اس تمثیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہیں۔ صرف یونس کی طرح بیہوش ہو گئے تھے اور نسخہ مرہم عیسیٰ جو قریباً تمام طبی کتابوں میں پایا جاتا ہے اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ کے لئے طیار کیا گیا تہا۔ یعنی اون کی چوٹوں کے لئے جو صلیب پر آئی تھیں۔ اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است۔

خاتمہ رسالہ نجات حقیقی کے بیان میں

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس رسالہ کے اخیر میں نجات حقیقی کا کچھ ذکر کیا جائے۔ کیونکہ تمام اہل مذاہب کا کسی مذہب کی پیروی سے یہی مدعا اور مقصد ہے کہ نجات حاصل ہو مگر افسوس کہ اکثر لوگ نجات کے حقیقی معنوں سے بیخبر اور غافل ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک نجات کے یہ معنے ہیں کہ گناہ کے مواخذہ سے رہائی ہو جاوے۔ لیکن دراصل نجات کے یہ معنے نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص نہ زنا کرے نہ چوری کرے نہ جھوٹی گواہی نہ خون کرے اور نہ کسی اور گناہ کا جہاں تک اسکو علم ہے ارتکاب کرے۔ اور با ایں ہمہ نجات کی کیفیت سے بے نصیب اور محروم ہو۔ کیونکہ دراصل نجات اوس دائمی خوشحالی کے حصول کا نام ہے جسکی بہوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگا دی گئی ہے جو محض خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور اوس کی پوری معرفت اور اوس کے پورے تعلق کے بعد حاصل ہوتی ہے جس میں شرط ہے کہ دونوں طرف سے محبت جوش مارے لیکن بسا اوقات انسان اپنی غلط کاریوں سے ایسی چیزوں میں اپنی اوس خوشحالی کو طلب کرتا ہے کہ جن سے آخر کار تکلیف اور ناخوشی اور بھی بڑہتی ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اُس خوشحالی کو طلب کرتے ہیں۔ اور دن رات میخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھکر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخر کار سکتہ۔ فالج۔ رعشہ۔ اور کزاز اور یا انتڑیوں یا جگر کے پھوڑوں میں مبتلا ہو کر اور یا آتشک اور سوزاک کی قابل شرم مرض سے اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں۔ اور بباعث اس کے کہ انکی قوتیں قبل از وقت تحلیل ہو جاتی ہیں اسلئے وہ طبعی عمر سے بھی بے نصیب رہتے ہیں اور انجام کار اونکو اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنی خوشحالی کا ذریعہ سمجھا تھا دراصل وہی چیزیں انکی ہلاکت کا موجب تہیں اور بعض لوگ دنیوی عزت اور نام وری کے بڑہانے اور مراتب مناصب کے طلب کرنے میں اپنی خوشحالی دیکھتے ہیں اور اپنی زندگی کے اصل مطلب سے ناآشنا رہتے ہیں لیکن آخر کار وہ بھی حسرت سے مرتے ہیں۔ اور بعض اسی خواہش سے دنیا کا مال اکٹھا کرتے رہتے ہیں کہ شاید اسی میں خوشحالی پیدا ہو مگر انجام یہ ہوتا ہے کہ اس اپنے تمام اندوختہ کو چھوڑ کر بڑے درد اور دکھ کے ساتھ اور بڑی تلخیوں کے ساتھ موت کا پیالہ پیتے ہیں۔ سو طالب حق

کے لئے جو قابل غور سوال ہے وہ یہی سوال ہے کہ سچی خوشحالی کیونکر حاصل ہو جو دائمی مسرت اور خوشی کا موجب ہو اور درحقیقت سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچا دے۔ سو ہم قرآن شریف کی ہدایت سے اس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچتے ہیں کہ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالےٰ کی صحیح معرفت اور پھر اوس یگانہ کی پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان میں ہے جو دل میں عاشقانہ بیقراری پیدا کرے۔ یہ چند لفظ کہنے کو تو بہت تھوڑے ہیں لیکن ان کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ صحیح معرفت حضرت عزت جلشانہٗ کی کئی نشانیاں ہیں انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی قدرت اور توحید اور علم اور ہر ایک خوبی اور صفت پر کوئی داغ نقص کا نہ لگایا جائے۔ کیونکہ جس ذات کا ذرہ ذرہ پر حکم ہے اور جس کے تصرف میں تمام فوجیں روحوں کی اور تمام ہیکل زمین و آسمان کی ہے وہ اگر اپنی قدرتوں اور حکمتوں اور قوتوں میں ناقص ہو تو اس عالم جسمانی اور روحانی کا کام چل ہی نہیں سکتا۔ اگر نعوذ باللہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ذرات اور اون کی تمام طاقتیں اور ارواح اور انکی تمام قوتیں خود بخود ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا علم اور توحید اور قدرت تینوں ناقص ہیں وجہ یہ کہ اگر تمام ارواح اور ذرات خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے پیدا شدہ نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہو کہ خدا تعالےٰ کو انکے اندرونی حالات کا علم ہے اور جبکہ اُس کے علم پر کوئی دلیل قایم نہیں بلکہ اُس کے برخلاف دلیل قایم ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہماری طرح خدا تعالےٰ بھی اُن چیزوں کی اصل کُنہ سے بیخبر ہو اور اُسکا علم اُنکے پوشیدہ در پوشیدہ اسرار پر محیط نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جیسے مثلاً ایک دوا اپنے ہاتھ سے طیار کی جاتی ہے یا اپنی نظر کے سامنے ایک شربت یا گولیاں یا چند دواؤں کا عرق طیار کیا جاتا ہے تو بوجہ اسکے کہ ہم خود اوس نسخہ کے بنانے والے ہیں ہمیں ان تمام دواؤں کا پورا علم ہوتا ہے اور ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فلان فلان دوا ہے اور فلان فلان وزن کے ساتھ اس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ لیکن اگر کوئی عرق یا گولیاں یا شربت ایسا مجہول الکنہ ہو جسکو ہم نے بنایا نہیں اور نہ ہم اُن اجزا کو جدا جدا کر سکتے ہیں تو ہم ضرور ان دواؤں سے بے خبر ہونگے۔ اور یہ بات تو بدیہی ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کو ذرات اور ارواح کا بنانے والا مان لیا جائے تو ساتھ ہی ماننا پڑیگا کہ بالضرور خدا تعالےٰ کو اُن تمام ذرات اور ارواح کی پوشیدہ قوتوں اور طاقتوں کا علم بھی ہے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ وہ خود اُن قوتوں اور طاقتوں کا بنانیوالا ہے اور بنانیوالا اپنی بنائی ہوئی چیز سے بےخبر نہیں ہوتا۔ لیکن اگر یہ صورت ہو کہ وہ اُن قوتوں اور طاقتوں کا بنانے والا نہیں ہے تو کوئی برہان اسپر قایم نہیں ہو سکتی کہ اوس کو ان تمام قوتوں اور طاقتوں کا علم بھی ہے اگر تم بغیر دلیل کے کہدو کہ اوس کو علم ہے تو یہ ایک تحکم ہے اور محض ایک دعویٰ ہے لیکن جیسا کہ یہ دلیل ہمارے ہاتھ میں ہے کہ بنانیوالا ضرور اپنی بنائی ہوئی چیز کا علم رکھتا ہے اس کے مقابل پر کونسی دلیل آپکے ہاتھ میں ہے کہ جو چیزیں اپنے ہاتھ سے خدا تعالےٰ نے بنائی نہیں اُس کو اُنکی تمام پوشیدہ قوتوں اور طاقتوں کا علم ہے کیونکہ وہ چیزیں خدا تعالےٰ کے وجود کا عین تو نہیں تا جیسا کہ اپنے وجود پر اطلاع ہوتی ہے انپر بھی اطلاع ہو بلکہ وہ تمام چیزیں آریہ سماج کے اعتقاد کے رُو سے اپنے اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور آپ ہی انادی اور قدیم ہیں اور بوجہ غیر مخلوق اور قدیم ہونیکے پرمیشر سے ایسی بے تعلق ہیں کہ اگر اُس پرمیشر کا مرنا بھی فرض کر لیں تو اُن چیزوں کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ جس حالت میں پرمیشر اُن قوتوں اور طاقتوں کا پیدا کرنیوالا نہیں تو وہ چیزیں اپنی بقا میں بھی پرمیشر کی محتاج نہیں جیسا کہ اپنے پیدا ہونے میں محتاج نہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے دو نام ہیں ایک حیّ دوسرا قیوم۔ حیّ کے یہ معنے ہیں کہ خود بخود زندہ اور دوسری چیزوں کو زندگی بخشنے والا۔ اور قیوم کے یہ معنے ہیں کہ اپنی ذات میں آپ قایم اور اپنی پیدا کردہ چیزوں کو اپنے سہارے سے باقی رکھنے والا۔ پس خدا تعالےٰ کے نام قیوم سے وہ چیز فائدہ اٹھا سکتی ہے جو پہلے اس سے اُس کے نام حیّ سے فائدہ اُٹھا چکی ہو کیونکہ خدا تعالےٰ اپنی پیدا کردہ چیزوں کو سہارا دیتا ہے نہ ایسی چیزوں کو جنکے وجود اور ہستی کو اُسکا ہاتھ بھی نہیں چھُوا پس جو شخص خدا تعالےٰ کو حیّ یعنی پیدا کرنیوالا مانتا ہے اُسی کا حق ہے کہ اوسکو قیوم بھی مانے یعنی اپنی پیدا کردہ کو اپنی ذات سے سہارا دینے والا۔ لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کو حیّ یعنی پیدا کرنے والا نہیں جانتا اس کا حق نہیں ہے کہ اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ وہ اون چیزوں کو انکے رہنے میں سہارا دینے والا ہے۔ کیونکہ سہارا دینے کے یہ معنے ہیں کہ اگر اوس کا سہارا نہ ہو وہ چیزیں معدوم ہو جائیں۔ اور ظاہر ہے کہ جن چیزوں کا اُسکی طرف سے وجود نہیں وہ چیزیں اپنے بقائے وجود میں اُسکی محتاج بھی نہیں ہو سکتیں اور اگر وہ بقائے وجود میں محتاج ہیں تو اُس وجود کی پیدائش میں بھی محتاج ہیں غرض خدا تعالےٰ کے یہ دونوں اسم حیّ و قیوم اپنی تاثیر میں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ پس جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ خدا روحوں اور ذرات کا پیدا کرنے والا نہیں وہ اگر عقل اور سمجھ سے کچھ کام لیں تو اونکو اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ خدا تعالےٰ اُن چیزوں کا قیوم بھی نہیں۔ یعنی وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالےٰ کے سہارے سے ذرات یا ارواح پیدا ہوئے ہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے سہارے کی وہ چیزیں محتاج ہیں جو اوسکی پیدا کردہ ہیں غیر کو جو اپنے وجود میں اُس کا محتاج نہیں اوس کے سہارے کی کیوں حاجت پڑ گئی۔ یہ دعویٰ بےدلیل ہے۔ اور ہم ابھی یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ اگر ذرات اور ارواح کو قدیم سے انادی اور خود بخود مانا جائے تو اس بات پر کوئی دلیل قایم نہیں ہو سکتی کہ خدا تعالےٰ کو اون کے پوشیدہ خواص اور دقیق در دقیق طاقتوں اور قوتوں کا علم ہے اور یہ کہنا کہ چونکہ وہ انکا پرمیشر ہے اس لئے اسکو انکے پوشیدہ خواص اور طاقتوں کا علم ہے یہ صرف ایک دعوے ہے جسپر کوئی دلیل نہیں کی گئی اور کوئی برہان پیش نہیں کی گئی اور نہ کوئی رشتہ عبودیت اور الوہیت کا ثابت کیا گیا بلکہ وہ اون کا پرمیشر ہی نہیں بن سکتا جس کا کوئی رشتہ خالق ہونے کا ذرات اور روحوں سے نہیں وہ اونکا پرمیشر کا ہے کا ہوا اور کن معنوں سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ روحوں اور ذرات کا پرمیشر ہے۔ اور یہ اضافت کس بنا پر ہو سکتی ہے کہ خدا روحوں اور ذرات کا پرمیشر ہے یا تو اضافت ملک کی ہوتی ہے جیسے کہا جائے کہ غلام زید۔ یعنی زید کا غلام سو مملوک ہونے کی کوئی وجوہ چاہئیں اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں آزاد چیزوں کو جو اپنے قویٰ قدیم سے آپ رکھتی ہیں پرمیشر کی بلا وجہ ملک قرار دیا جائے۔ اور یا اضافت کسی رشتہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا جائے کہ پسر زید لیکن جبکہ ارواح اور ذرات کا پرمیشر کے ساتھ کوئی رشتہ عبودیت اور ربوبیت نہیں۔ تو یہ اضافت بھی ناجائز ہے۔ اور اس حالت میں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایسے بےتعلق روحوں کے لئے نہ تو پرمیشر کا وجود کچھ مفید ہے اور نہ اوس کا عدم کچھ مضر ہے بلکہ ایسی حالت میں نجات جس کو آریہ سماج والے مکتی کہتے ہیں بالکل غیر ممکن اور ممتنع امر ہے۔ کیونکہ نجات کا تمام مدار خدا تعالےٰ کی محبت ذاتیہ پر ہے اور محبت ذاتیہ اوس محبت کا نام ہے جو روحوں کی فطرت میں خدا تعالےٰ کیطرف سے مخلوق ہے۔ پھر جس حالت میں ارواح پرمیشر کی مخلوق ہی نہیں ہیں تو پھر اون کی فطرتی محبت پرمیشر سے کیونکر ہو سکتی ہے اور کب اور کسوقت پرمیشر نے اون کی فطرت کے اندر ہاتھ ڈالکر یہ محبت اوس میں رکھ دی۔ یہ تو غیر ممکن ہے وجہ یہ کہ فطرتی محبت اوس محبت کا نام ہے۔ جو فطرت کے ساتھ ہمیشہ سے لگی ہوئی ہو۔ اور پیچھے سے لاحق نہ ہو۔ جیسا کہ اسی کی طرف اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ اوسکا یہ قول ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى یعنی میں نے روحوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا پیدا کنندہ نہیں ہوں تو روحوں نے جواب دیا کیوں نہیں اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ انسانی روح کی فطرت میں یہ شہادت موجود ہے کہ اوس کا خدا پیدا کنندہ ہے۔ پس روح کو اپنے پیدا کنندہ سے طبعًا و فطرتًا محبت ہے اس لئے کہ وہ اسی کی پیدا کردہ ہے اور اسی کیطرف اس دوسری آیت میں اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا۔

یعنی روح کا خدائے واحد لاشریک کا طلبگار ہونا اور بغیر خدا کے وصال کے کسی چیز سے سچی خوشحالی نہ پانا یہ انسانی فطرت میں داخل ہے۔ یعنی خدا نے اس خواہش کو انسانی روح میں پیدا کر رکھا ہے جو انسانی روح کسی چیز سے تسلی اور سکینت بجز وصال الٰہی کے نہیں پا سکتی اگر انسانی روح میں یہ خواہش موجود ہے تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ روح خدا کی پیدا کردہ ہے جس میں اس نے یہ خواہش ڈال دی مگر یہ خواہش تو درحقیقت انسانی روح میں موجود ہے اس سے ثابت ہوا کہ انسانی روح درحقیقت خدا کی پیدا کردہ ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر دو چیزوں میں کوئی ذاتی تعلق درمیان ہو اوسی قدر اون میں اوس تعلق کی وجہ سے محبت طبعی پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ماں کو اپنے بچہ سے محبت ہوتی ہے۔ اور بچہ کو اپنی ماں سے کیونکہ وہ اوس کے خون سے پیدا ہوا ہے۔ اور اوس کے رحم میں پرورش پائی ہے۔ پس اگر روحوں کو خدا تعالےٰ کے ساتھ کوئی تعلق پیدائش کا درمیان نہیں اور وہ قدیم سے خود بخود ہیں۔ تو عقل قبول نہیں کر سکتی کہ اون کی فطرت میں خدا تعالےٰ کی محبت ہو۔ اور جب اون کی فطرت میں پرمیشر کی محبت نہیں تو وہ کسی طرح نجات پا ہی نہیں سکتیں۔

[illegible] حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصال الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ کہ کوئی محب اپنے محبوب سے جدا نہیں رہ سکتا اور چونکہ خدا خود نور ہے اس لئے اوس کی محبت سے نور نجات پیدا ہوجاتا ہے۔ اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے خدا تعالےٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی طرح خدا تعالےٰ کی محبت ذاتی انسان کی محبت ذاتی میں ایک خارق عادت جوش بخشتی ہے اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہوکر بقا باللہ کا نور پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بات کہ دونوں محبتوں کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے کہ ایسے انسان کا انجام فنا فی اللہ ہو اور خاکستر کی طرح یہ وجود ہوکر (جو حجاب ہے) سراسر عشق الٰہی میں روح غرق ہوجائے۔ اسکی مثال وہ حالت ہے کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے تو اوس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یکدفعہ باہر نکلتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے پس درحقیقت یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہوجاتی ہے جسکے بغیر سلوک تمام نہیں ہوسکتا یہی فنا وہ چیز ہے جس پر سالکوں کا سلوک ختم ہوجاتا ہے اور جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔ اسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ بقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے صراط الذین انعمت علیہم۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا انعام کے طور پر ملا یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر۔ اور یہ عشق الٰہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت سے نجات ہوتی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی بجز خدا تعالےٰ کے کسی کا حق نہیں وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے پس انسانوں میں سے اسی انسان کو یہ جاودانی زندگی ملتی ہے جو غیروں کی محبت سے اپنا تعلق توڑ کر اور اپنی محبت ذاتی کے ساتھ خدا تعالےٰ میں فنا ہوکر ظلی طور پر اس سے حیات جاودانی کا حصہ لیتا ہے اور ایسے شخص کو مردہ کہنا نارواہے کیونکہ وہ خدا میں ہوکر زندہ ہوگیا۔ مردے وہ لوگ ہیں جو خدا سے دور رہ کر مرگئے۔ پس سخت کافر اور بیدین اور مشرک وہ لوگ ہیں جو بغیر پانے محبت ذاتی اور وصال الٰہی کے تمام ارواح کی نسبت انادی اور قدیم زندگی کے قائل ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ کسی چیز کی بجز خدا کے کوئی ہستی نہیں محض خدا ہے جس کا نام ہست ہے پھر اوس کے زیر سایہ ہوکر اور اوس کی محبت میں محو ہوکر واصلوں کی روحیں حقیقی زندگی پاتی ہیں اور اوس کے وصال کے بغیر زندگی حاصل نہیں ہوسکتی اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں کافروں کا نام مردے رکھتا ہے۔ اور دوزخیوں کی نسبت فرماتا ہے اِنَّہٗ مَن یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَہَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْہَا وَلَا یَحْیٰی۔ یعنے جو شخص مجرم ہونے کی حالت میں اپنے رب کو ملیگا اوس کے لئے جہنم ہے۔ اوس میں مریگا نہ زندہ رہیگا یعنی اس لئے نہیں مریگا کہ درحقیقت وہ تعبد ابدی کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا اسکا وجود ضروری ہے اور اسکو زندہ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ حقیقی زندگی وصال الٰہی سے حاصل ہوتی ہے اور حقیقی زندگی میں نجات ہے اور وہ بجز عشق الٰہی اور وصال حضرت عزت کے حاصل نہیں ہوسکتی اگر غیر قوموں کو حقیقی زندگی کی فلاسفی معلوم ہوتی تو وہ کبھی دعویٰ نہ کرتے کہ تمام ارواح خود بخود قدیم سے اپنا وجود رکھتی ہیں اور حقیقی زندگی سے بہرہ ور ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ علوم آسمانی ہیں اور آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں اہل آسمانی لوگ ہی اون کی حقیقت کو جانتے ہیں اور دنیا اون سے بے خبر ہے۔

اب ہم پھر اصل مضمون کیطرف رجوع کرکے لکھتے ہیں کہ چشمہ نجات ابدی کا وصال الٰہی ہے اور وہی نجات پاتا ہے کہ جو اوس چشمہ سے زندگی کا پانی پیتا ہے اور وہ وصال میسر نہیں آسکتا جبتک کہ کامل معرفت اور کامل محبت اور کامل صدق اور کامل ایمان نہ ہو اور کمال معرفت کی پہلی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے علم کامل پر کوئی داغ نہ لگایا جائے۔ اور ابھی ہم ثابت کرچکے ہیں کہ جو لوگ روحوں اور ذرات اجسام کو انادی اور قدیم جانتے ہیں وہ خدا تعالےٰ کو کامل طور پر عالم الغیب نہیں سمجھتے اسی وجہ سے فلاسفر ضالہ یونان کے جو روحوں کو انادی اور قدیم سمجھتے تھے یہ عقیدہ رکھتے تھے جو خدا تعالےٰ کو جزئیات کا علم نہیں کیونکہ جس حالت میں ارواح اور ذرات عالم قدیم اور انادی اور خود بخود ہیں اور اون کے وجود خدا تعالےٰ کیطرف سے نہیں ہیں تو کوئی دلیل اس پر قایم نہیں ہوسکتی کہ اون کی دقیق در دقیق طاقتوں اور قوتوں اور پوشیدہ اسرار کا خدا کو علم ہو۔ سب تو ظاہر ہے کہ وہ علم کامل جو اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی چیزوں کے پوشیدہ حالات کی نسبت مع تمام کیفیات اور تفاصیل کے ہوسکتا ہے اس کے برابر ممکن نہیں کہ دوسری چیزوں کے پوشیدہ حالات بتمام وکمال معلوم ہوسکیں بلکہ دوسرے علوم میں خطا اور غلطی کا احتمال رہ سکتا ہے پس اس جگہ روحوں اور ذرات کے انادی اور قدیم کہنے والوں کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ علم ارواح اور ذرات کا جو خدا کی شان کے مناسب حال ہو۔ یعنی جیسا کہ خدا کامل ہے وہ علم بھی کامل ہو اس عقیدہ کے رو سے (جو روحوں اور ذرات کو قدیم اور انادی جاننے کا عقیدہ ہے) اونکے پرمیشر کو حاصل نہیں اور اگر کوئی کہے کہ حاصل ہے تو یہ بار ثبوت اسکے ذمہ ہے کہ دلیل واضح سے اسکو ثابت کرے نہ محض دعوے سے ظاہر ہے۔ کہ جس حالت میں روحیں قدیم سے خود بخود اور اپنے وجود کی آپ خدا ہیں تو اس صورت میں گویا وہ تمام روحیں کسی علیحدہ محلہ میں مستقل قبضہ کے ساتھ رہتی ہیں اور پرمیشور علیحدہ رہتا ہے کوئی تعلق درمیان نہیں اور اس امر کی وجہ کچھ نہیں بتلا سکتے کہ تمام روحیں اور تمام ذرات باوجود انادی اور قدیم اور خود بخود ہونیکے پرمیشر کے ماتحت کیونکر ہوگئیں کیا کسی لڑائی اور جنگ کے بعد یہ صورت ظہور میں آئی یا خود بخود روحوں نے کچھ مصلحت سوچکر اطاعت قبول کرلی اور بموجب اون کے عقیدہ کے پرمیشر دیالو اور دنیا کاری تو ضرور ہے مگر پھر بھی نہ وہ رحم کرتا ہے نہ انصاف کیونکہ وہ محض اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے مکتی یافتہ روحوں کو ہمیشہ کے لئے نجات نہیں دیتا۔ وجہ یہ اگر ہمیشہ کے لئے روحوں کو نجات دیدے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی وقت تمام روحیں نجات پاکر بار بار دنیا میں آنے سے فراغت پاجائیں۔ اور پرمیشر کی یہ خواہش ہے کہ دنیا کا سلسلہ بھی جاری رہے تا اوس کی حکومت کی رونق بنی رہے اس لئے وہ کسی روح کو ہمیشہ کی نجات دینا ہی نہیں چاہتا بلکہ گو کوئی روح اوتار یا رشی یا سدھ کے درجہ تک بھی پہنچ گئی ہو تب پھر بھی بار بار اوس کو آواگون کے چکر میں ڈالتا ہے۔ مگر کیا ہم خداوند قادر اور کریم کیطرف ایسے صفات رذیلہ منسوب کرسکتے ہیں کہ ہمیشہ وہ اپنے بندوں کو دکھ دیکر خوش ہوتا ہے مگر کبھی ابدی آرام اونکو دینا نہیں چاہتا خدائے قدوس اور پاک کی نسبت اسقدر بخل منسوب نہیں ہوسکتا۔ افسوس ایسے بخل کی تعلیم عیسائیوں کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص عیسےٰ کو خدا نہیں کہے گا۔ وہ جاودانی جہنم میں پڑے گا۔ مگر خدا تعالےٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ کفار ایک مدت دراز تک عذاب میں رہ کر آخر وہ خدا تعالےٰ کے رحم سے کچھ حصہ لیں گے جیسا کہ حدیث میں بھی ہے یاتی علیٰ جہنم زمان لیس فیہا احد ونسیم الصبا تحرک ابوابہا یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی بھی نہیں ہوگا اور نسیم صبا اوس کے کواڑ ہلائیگی۔ اسی کے مطابق قرآن شریف میں یہ آیت ہے اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنے دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے لیکن جب خدا چاہے گا تو اونہیں دوزخ سے مخلصی دیگا کیونکہ تیرا رب جو چاہتا ہے کرسکتا ہے۔ یہ تعلیم خدا تعالےٰ کی صفات کاملہ کی مطابق ہے۔ کیونکہ اوس کی صفات جلالی بھی ہیں اور جمالی بھی۔ اور وہی زخمی کرتا ہے اور وہی مرہم لگاتا ہے ۔ اور یہ بات نہایت نامعقول اور خدائے عزوجل کے صفات کاملہ کے برخلاف ہے کہ دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہمیشہ اوس کی صفات قہریہ ہی جلوہ گر ہوتی رہیں۔ اور کبھی صفت رحم اور عفو کی جوش نہ مارے۔ اور صفات کرم اور رحم کے ہمیشہ کے لئے معطل کی طرح رہیں۔ بلکہ جو کچھ خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت دراز تک جس کو انسانی کمزوری کے مناسب حال استعارہ کے رنگ میں ابد کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ دوزخی دوزخ میں رہیں گے اور پھر صفت رحم اور کرم تجلی فرمائیگی اور خدا اپنا ہاتھ دوزخ میں ڈالے گا اور جسقدر خدا کی مٹھی میں آجائیں گے سب دوزخ سے نکالے جائینگے + پس اس حدیث میں بھی آخر کار سب کی نجات کیطرف اشارہ ہے کیونکہ خدا کی مٹھی خدا کی طرح غیر محدود ہے جس سے کوئی بھی باہر نہیں رہ سکتا۔

ذ انسان چونکہ بوجہ اپنی بشریت کی کمزوری کے ایسے اعمال بجا نہیں لاسکتا جن سے بے انتہا اور غیر محدود نعمتوں کا حق دار ہوجائے اور بغیر حصول ان نعمتوں کے سچی اور حقیقی نجات پا ہی نہیں سکتا اسلئے انسان جب اپنی قوت اور طاقت کی حد تک مجاہدہ اور جپ تپ کرلیتا ہے تب عنایت الٰہی اسکی کمزوری پر رحم کرکے محض فضل سے اسکی دستگیری کرتی ہے اور بخشش کے طور پر وصال الٰہی کا وہ انعام اس کو دیتی ہے جو پہلے اس سے راستبازوں کو دیا گیا تھا۔ منہ

ذ یہ بات فی نفسہ غیر معقول ہے کہ انسان ایسی ابدی سزا دی جائے کہ جیسا خدا ہمیشہ کے لئے ہے ایسا ہی خدا کی ابدیت کے موافق ہمیشہ دوزخی دوزخ میں رہیں آخر ان کے قصوروں میں خدا کا بھی دخل ہے کیونکہ اسی نے ایسی قوتیں پیدا کیں جو کمزور تھیں بس دوزخیوں کا حق ہے جو اوس کمزوری سے فائدہ اٹھاویں۔ جو اون کی فطرت کو خدا کی طرف سے ملی ہے۔ منہ

+ نجات سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب لوگ ایک مرتبہ پر ہو جائینگے بلکہ جن لوگوں نے دنیا میں خدا کو اختیار کرلیا اور خدا کی محبت میں محو ہوگئے اور صراط مستقیم پر قایم ہوگئے اون کے خاص مراتب ہیں دوسرے لوگ اوس مرتبہ تک پہنچ نہیں سکتے۔ منہ

یاد رہے کہ جس طرح ستارے ہمیشہ نوبت بنوبت طلوع کرتے رہتے ہین اسی طرح خدا کے صفات بھی طلوع کرتے رہتے ہین - کبھی انسان خدا کے صفات جلالیہ اور استغناء ذاتی کی پرتوہ کے نیچے ہوتا ہے اور کبھی صفات جمالیہ کا پرتوہ اوسپر پڑتا ہے - اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالے فرماتا ہے

کل یوم ھو فی شان - پس یہ سخت نادانی کا خیال ہے کہ ایسا گمان کیا جائے کہ بعد اسکے کہ مجرم لوگ دوزخ مین ڈالے جائینگے - پھر صفات کرم اور رحم ہمیشہ کے لئے معطل ہو جائینگی - اور کبھی اون کی تجلی نہین ہوگی - کیونکہ صفات الہیہ کا تعطل ممتنع ہے - بلکہ حقیقی صفت خداتعالے کی محبت اور رحم ہے اور وہی ام الصفات ہے اور وہی کبھی انسانی اصلاح کے لئے صفات جلالیہ اور غضبیہ کے رنگ مین جوش مارتی ہے - اور جب اصلاح ہو جاتی ہے - تو محبت اپنے رنگ مین ظاہر ہو جاتی ہے اور پھر بطور موہبت ہمیشہ کے لئے رہتی ہین - خدا ایک چڑچڑہ انسان کی طرح نہین ہے جو خواہ نخواہ عذاب دینے کا شایق ہو - اور وہ کسی پر ظلم نہین کرتا بلکہ لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہین - اوس کی محبت مین تمام نجات اور اوس کو چھوڑنے مین تمام عذاب ہے -

یہہ تو آریہ سماج والون کی خدادانی کی تعلیم ہے اور اوس تعلیم کے رو سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہر ایک جو خداتعالے کی جناب مین کوئی عزت پاتا ہے خواہ اوتار بن جاتا ہے یا رشی اور خواہ خود ایسا شخص جس پر وید نازل ہون - اوس کی عزت کسی بہروسہ کے لائق نہین ہوتی بلکہ وہ ہزار ہا مرتبہ عزت کی کرسی سے نیچے ڈالدیا جاتا ہے - اور یا تو وہ پرمیشر کا بڑا پیارا اور مقرب اور اوتار اور رشی اور ایسا ایسا تہا اور یا پھر آواگون کے چکر مین آکر کوئی کیڑا مکوڑا بن جاتا ہے جاودانی نجات کبھی اس کو نصیب نہین ہوتی اسجگہ بہی مرنے کا دغدغہ پھر مرنے کے بعد دوبارہ اواگون کے عذاب کا دغدغہ - غرض یہ تو خداتعالے کا حق ادا کیا گیا ایک طرف تمام ارواح اور ذرات قدیم اور خود بخود ہونے مین اوس کے شریک ٹہرائے گئے - اور دوسری طرف پرمیشر کو ایسا بخیل قرار دیا گیا کہ باوجودیکہ طاقت رکہتا ہے اور سرب شکتی مان ہے - مگر پھر بہی کسی کو نجات ابدی دینا نہیں چاہتا -

پھر انسانون کو پاک ہونے کے بارے مین جو کچھ وید نے سکہلایا ہے - اوسکی تمام حقیقت تو نیوگ کی تعلیم سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے - جسکا ماحصل یہ ہے کہ آریہ اپنی منکوحہ عورت کو اولاد کی خواہش سے کسی دوسرے مرد سے ہم بستر کرا سکتا ہے - اور جب تک وہ عورت اس شخص کے کام سے گیارہ بچے حاصل نہ کرے وہ اوس بیگانہ شخص سے ہر روز ہم بستر رہ سکتی ہے - اب ہم اس جملہ معترضہ سے اپنے اصل مطلب کیطرف آتے ہین اور وہ یہ کہ آریون کے اصول کے مطابق اون کا پرمیشر عالم الغیب نہین ہو سکتا اور اون کے پاس پرمیشر کے عالم الغیب ہونے پر کوئی دلیل نہین -

ایسا ہی عیسائی عقیدہ کی رو سے خداتعالی عالم الغیب نہین ہے - کیونکہ جس حالت مین حضرت عیسے کو خدا قرار دیا گیا ہے اور وہ خود اقرار کرتے ہین کہ مین جو خدا کا بیٹا ہون مجھے قیامت کا علم نہین پس اس سے بجز اس کے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ خدا کو قیامت کا علم نہین کہ کب آئیگی -

پھر دوسری شاخ معرفت صحیحہ کی خداتعالی کی کامل قدرت کا شناخت کرنا ہے - لیکن اس شاخ مین بہی آریہ سماج والے اور حضرت پادریان اپنے خدا پر داغ لگا رہے ہین -

آریہ سماج والے اس طرح سے کہ وہ اپنے پرمیشر کو روحون اور ذرات عالم کے پیدا کرنے پر قادر ہی نہین جانتے اور نہ اس بات پر قادر سمجھتے ہین کہ اون کا پرمیشر کسی روح کو جاودانی مکتی دے سکے -

ایسا ہی حضرات پادری صاحبان بہی اپنے خدا کو قادر نہین سمجھتے - کیونکہ اون کا خدا اپنے مخالفون کے ہاتھ سے مارین کہاتا رہا - زندان مین داخل کیا گیا - کوڑے لگے - صلیب پر کھینچا گیا - اگر وہ قادر ہوتا تو اتنی ذلتین باوجود قادر ہونے کے ہرگز نہ اٹھاتا - اور نیز اگر وہ قادر ہوتا تو اس کے لئے کیا ضرورت تہی کہ اپنے بندون کو نجات دینے کے لئے یہ تجویز سوچتا کہ آپ مرجائے اور اس طریق سے بندے رہائی پاوین - جو شخص خدا ہو کر تین دن تک مرا رہا اسکی قدرت کا نام لینا ہی قابل شرم بات ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ خدا تو تین دن تک مرا رہا لیکن اوس کے بندے تین دن تک بغیر خدا کے ہی جیتے رہے -

اور پہر ان لوگون کی توحید کا یہ حال ہے کہ آریہ سماج والے تو ذرہ ذرہ اور تمام ارواح کو خود بخود موجود ہونے مین اپنے پرمیشر کے شریک ٹھہراتے ہین اور اُن کے وجود اور بقاء کو محض انہین کی طاقت اور قوت کی طرف منسوب کرتے ہین اور یہ محض شرک ہے -

رہے عیسائی سو اُن کا یہ حال ہے کہ وہ صریح توحید کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہین یعنی وہ تین خدا مانتے ہین یعنی باپ بیٹا روح القدس اور یہ جواب اون کا سراسر فضول ہے کہ ہم تینون کو ایک جانتے ہین - ایسے بیہودہ جواب کو کوئی عاقل تسلیم نہین کر سکتا جبکہ یہ تینون خدا مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ وجود رکہتے ہین اور علیحدہ علیحدہ پورے خدا ہین تو وہ کونسا حساب ہے جس کے رو سے وہ ایک ہو سکتے ہین اس قسم کا حساب کس سکول یا کالج مین پڑھایا جاتا ہے کیا کوئی منطق یا فلاسفی سمجھا سکتی ہے کہ ایسے مستقل تین ایک کیونکر ہو گئے - اور اگر کہو کہ یہ راز ہے کہ جو انسانی عقل سے برتر ہے تو یہ دہوکہ دہی ہے کیونکہ انسانی عقل خوب جانتی ہے کہ اگر تین کو تین کامل خدا کہا گیا تو تین کامل کو بہرحال تین کہنا پڑیگا نہ ایک - اور اس تثلیث کے عقیدہ کو نہ صرف قرآن شریف رد کرتا ہے بلکہ توریت بھی رد کرتی ہے کیونکہ وہ توریت جو موسیٰ کو دیگئی تہی اس مین اس تثلیث کا کچھہ بہی ذکر نہین اشارہ تک نہین ورنہ ظاہر ہے کہ اگر توریت مین بھی ان خداؤن کی نسبت تعلیم ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تہا کہ یہودی اُس تعلیم کو فراموش کر دیتے کیونکہ اول تو یہودیون کو توحید کی تعلیم یاد رکہنے کے لئے سخت تاکید کی گئی تہی یہانتک کہ حکم تھا کہ ہر ایک یہودی اوس تعلیم کو حفظ کرے اور اپنے گھر کے چوکٹون پر اوسکو لکھہ چھوڑین اور اپنے بچون کو سکہادین اور پھر علاوہ اس کے اسی توحید کی تعلیم کے یاد دلانے کے لئے متواتر خداتعالے کے نبی یہودیون مین آتے رہے اور وہی تعلیم سکھلاتے رہے - پس یہ امر بالکل غیر ممکن اور محال تھا کہ یہودی لوگ باوجود اسقدر تاکید اور اسقدر تواتر انبیاء کے تثلیث کی تعلیم کو بھول جاتے اور بجائے اس کے توحید کی تعلیم اپنی کتابون مین لکھ لیتے اور وہی بچون کو سکھاتے اور آنیوالے صدہا نبی بھی اُسی توحید کی تعلیم کو دوبارہ تازہ کرتے - ایسا خیال تو سراسر خلاف عقل و قیاس ہے مینے اس بارے مین خود کوشش کر کے بعض یہودیون سے حلفاً دریافت کیا تہا کہ توریت مین خداتعالے کے بارے مین آپ لوگون کو کیا تعلیم دی گئی تہی کیا تثلیث کی تعلیم دیگئی تہی - یا کوئی اور تو ان یہودیون نے مجھے خط لکھے جو اب تک میرے پاس موجود ہین اور ان خطوط مین بیان کیا کہ توریت مین تثلیث کی تعلیم کا نام و نشان نہین بلکہ خداتعالے کے بارہ مین توریت کی وہی تعلیم ہے جو قرآن کی تعلیم ہے - پس افسوس ہے ایسی قوم پر جو ایسے اعتقاد پر اڑی بیٹھی ہے کہ نہ تو وہ تعلیم توریت مین موجود ہے اور نہ قرآن شریف مین ہے - بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تثلیث کی تعلیم انجیل مین بھی جہان جہان تعلیم کا بیان ہے اُن تمام مقامات مین تثلیث کی نسبت اشارہ تک نہین بلکہ خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتی ہے چنانچہ بڑے بڑے معاند پادریون کو یہ بات ماننی پڑی ہے کہ انجیل مین تثلیث کی تعلیم نہین اب یہ سوال ہوگا کہ عیسائی مذہب مین تثلیث کہان سے آئی اسکا جواب محقق عیسائیون نے یہ دیا ہے کہ یہ تثلیث یونانی عقیدہ سے لی گئی ہے یونانی لوگ تین دیوتاؤن کو مانتے تھے جسطرح ہندو تری مورتی کے قائل ہین - اور جب پولوس نے یہودیون کی طرف رُخ کیا اور چونکہ وہ یہ چاہتا تہا کہ کسی طرح یونانیون کو عیسائی مذہب مین داخل کرے اسلئے اُسنے یونانیون کے خوش کرنے کیلئے

٭ شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا اپنی قدرت کے نمونے ہمین دکہاتا ہے تا ہمیشہ ہمارا ایمان تازہ ہو جیسا کہ اس نے ۴ اپریل ۱۹۰۵ء زلزلہ سے پہلے چار دفعہ متفرق زمانون مین مجھے اپنی وحی کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ پنجاب مین ایک سخت زلزلہ آنیوالا ہے - سو وہ شدید زلزلہ ۴ - اپریل ۱۹۰۵ء کو منگل کی صبح کو آگیا اور وہ موسم بہار تہا اور پھر اوس خدائے قادر نے مجھے اطلاع دی کہ پھر موسم بہار مین شدید زلزلے آنیوالے ہین سو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو عین موسم بہار مین ایک شدید زلزلہ آیا چنانچہ کوہ منصوری مین اسقدر اسکا صدمہ محسوس ہوا کہ لوگ بے حواس ہو گئے اور انہین ایام مین امریکہ کے بعض حصون مین بہی ایک شدید زلزلہ آیا جس سے کئی شہر ہلاک ہو گئے پس خدا درحقیقت وہی خدا ہے جو اب بہی اپنی وحی کے ذریعہ سے اپنی زندہ قدرتین ہم پر ظاہر کرتا ہے

٭ وہ اعتقاد جو قرآن شریف نے سکھایا ہے یہ ہے کہ جیسا خدا نے ارواح کو پیدا کیا ہے ایسا ہی وہ اون کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے اور انسانی روح اسکی موہبت اور فضل سے ابدی حیات پاتی ہے نہ اپنی ذاتی قوت سے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے خدا کی پوری محبت اور پوری اطاعت اختیار کرتے ہین اور پورے صدق اور وفاداری سے اسکے آستانہ پر جھکتے ہین اونکو خاص طور پر ایک کامل زندگی بخشی جاتی ہے اور اونکی فطرتی حواس مین بھی بہت تیزی عطا کیجاتی ہے اور اونکی فطرت کو ایک نور بخشا جاتا ہے جس نور کیوجہ سے ایک خوق العادت روحانیت اونمین جوش مارتی ہے اور تمام روحانی طاقتین جو دنیا مین وہ رکھتے تھے موت کے بعد بہت وسیع کیجاتی ہین اور نیز مرنے کے بعد وہ اپنی خدادادہ سلطنت کی وجہ سے جو عزت سے کہتے ہین آسمان پر اٹھائے جاتے ہین جسکو شریعت کی اصطلاح مین رفع کہتے ہین لیکن جو مومن نہین ہین اور خداتعالے سے صاف تعلقات نہین رکھتے یہ زندگی اونکو نہین ملتی اور نہ یہ صفات اون کو حاصل ہوتے ہین اسلئے وہ لوگ مردہ کے حکم مین ہوتے ہین - پس اگر خداتعالے مخلوق کا پیدا کرنیوالا نہ ہوتا تو وہ اپنے قادرانہ تصرف سے [illegible] مین یہ فرق نہ کر سکتا

بجائے تین دیوتاؤن کے تین اقنوم اس مذہب مین قایم کر دیئے ورنہ حضرت عیسیٰؑ کی بلا کو بھی معلوم نہ تھا کہ اقنوم کس چیز کا نام ہے اون کی تعلیم خدا تعالےٰ کی نسبت تمام نبیون کی طرح ایک سادہ تعلیم تھی کہ خدا واحد لاشریک ہے پس یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ مذہب جو عیسائی مذہب کے نام سے شہرت دیا جاتا ہے دراصل پولوسی مذہب ہے نہ مسیحی۔ کیونکہ حضرت مسیح نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہین دی اور وہ جب تک زندہ رہے خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے رہے اور بعد اون کی وفات کے اون کا بھائی یعقوب بھی جو اون کا جانشین تھا اور ایک بزرگ اور انسان تھا توحید کی تعلیم دیتا رہا اور پولوس نے خواہ نخواہ اس بزرگ سے مخالفت شروع کر دی اور اون کے عقاید صحیحہ کے مخالف تعلیم دینا شروع کیا اور انجام کار پولوس اپنے خیالات مین یہانتک بڑھ گیا کہ ایک نیا مذہب قایم کیا اور توریت کی پیروی سے اپنی جماعت کو بکلی علیحدہ کر دیا اور تعلیم دی کہ مسیحی مذہب مین مسیح کے کفارہ کے بعد شریعت کی ضرورت نہین اور خون مسیح گناہون کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ توریت کی پیروی کی ضرورت نہین اور پھر ایک اور گند اس مذہب مین ڈالدیا کہ سور کا کھانا حلال کر دیا۔ حالانکہ حضرت مسیح انجیل مین سور کو ناپاک قرار دیتے مین۔ تبھی تو انجیل مین اون کا قول ہے کہ اپنے موتی سورون کے آگے مت پھینکو۔ پس جبکہ پاک تعلیم کا نام حضرت مسیح نے موتی رکہا ہے تو اس مقابلہ سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ پلید کا نام انہون نے سور رکہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یونانی سور کو کہایا کرتے تھے جیسا کہ آجکل تمام یورپ کے لوگ سور کہاتے ہین۔ اس لئے پولوس نے یونانیون کی تالیف قلوب کے لئے سور بھی اپنی جماعت کے لئے حلال کر دیا۔ حالانکہ توریت مین لکھا ہے کہ وہ ابدی حرام ہے اور اوس کا چہونا بھی ناجایز ہے۔ غرض اس مذہب مین تمام خرابیان پولوس سے پیدا ہوئین۔ حضرت مسیح تو وہ بے نفس انسان تھے جنہون نے یہ بھی نہ چاہا کہ کوئی انکو نیک انسان کہے۔ مگر پولوس نے اون کو خدا بنا دیا جیسا کہ انجیل مین لکھا ہے کہ کسی نے حضرت مسیح کو کہا کہ اے نیک استاد۔ انہون نے اسکو کہا کہ تو مجھے کیون نیک کہتا ہے اور انکا وہ کلمہ جو صلیب پر چڑہائے جانے کے وقت انکے منہ سے نکلا کیسا توحید پر دلالت کرتا ہے کہ انہون نے نہایت عاجزی سے کہا ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا کیا

جو شخص اس عاجزی سے خدا کو پکارتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ خدا میرا رب ہے اوس کی نسبت کوئی عقلمند گمان کر سکتا ہے کہ اوس نے درحقیقت خدائی کا دعوے کیا تھا اصل بات یہ ہے کہ جن لوگون کو خدا تعالےٰ سے محبت ذاتیہ کا تعلق ہوتا ہے بسا اوقات استعارہ کے رنگ مین خدا تعالےٰ ان کو ایسے کلمے انکی نسبت کہلا دیتا ہے کہ نادان لوگ احمقی کی اون کلمون سے خدائی ثابت کرنا چاہتے ہین چنانچہ میری نسبت مسیح سے بھی زیادہ وہ کلمات فرمائے گئے ہین۱ جیسا کہ اللہ تعالےٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے

یا قمر یا شمس انت منی وانا منک

یعنی اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ہے اور مین تجھ سے۔ اب اس فقرہ کو جو شخص چاہے کسی طرف کھینچے مگر اصل معنے اس کے یہ ہین کہ اول خدا نے مجھے قمر بنایا کیونکہ مین قمر کی طرح اس حقیقی شمس سے ظاہر ہوا اور پھر آپ قمر بنا کیونکہ میرے ذریعہ سے اوسکے جلال کی روشنی ظاہر ہوئی اور ہوگی یعقوب حضرت عیسےٰ کا بھائی جو مریم کا بیٹا تھا وہ درحقیقت ایک راستباز آدمی تھا وہ تمام باتون مین توریت پر عمل کرتا تھا اور خدا کو واحد لاشریک جانتا تھا اور سور کو حرام سمجھتا تھا اور یہودیون کی طرح بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتا تھا اور جیسا کہ چاہیئے تھا وہ اپنے تئین ایک یہودی سمجھتا تھا صرف یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا لیکن پولوس نے بیت المقدس سے بھی نفرت دلائی آخر خدا تعالےٰ کی غیرت نے اوسکو پکڑا اور ایک بادشاہ نے اسکو سولی دیدیا اور اس طرح پر اوس کا خاتمہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صادق اور خدا کی طرف سے تھے اس لئے وہ سولی سے نجات پا گئے اور خدا تعالےٰ نے انکو سولی پر سے زندہ بچا لیا۔ لیکن چونکہ پولوس نے سچائی کو چھوڑ دیا تھا اسلئے وہ لکڑی پر لٹکایا گیا۲

یاد رہے کہ پولوس حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی مین آپ کا جانی دشمن تھا اور پھر آپ کی وفات کے بعد جیسا کہ یہودیون کی تاریخ مین لکہا ہے اس کے عیسائی ہونیکا موجب اسکے اپنے بعض نفسانی اغراض تھے جو یہودیون سے وہ پورے نہ ہو سکے اس لئے وہ انکو خرابی پہنچانے کے لئے عیسائی ہو گیا اور ظاہر کیا کہ مجھے کشف کے طور پر حضرت مسیح ملے ہین اور مین اونپر ایمان لایا ہون اور اوس نے پہلے پہل تثلیث کا خواب پودہ دمشق مین لگایا اور یہ پولوسی تثلیث دمشق سے ہی شروع ہوئی اسی کی طرف احادیث نبویہ مین اشارہ کر کے کہا گیا کہ آنیوالا مسیح دمشق کی مشرقی طرف نازل ہوگا یعنی اوس کے آنے پر تثلیث کا خاتمہ ہوگا اور انسانی دل توحید کی طرف رغبت کرتے جائینگے۔ اور مشرقی طرف سے مسیح کا نازل ہونا اسکے غلبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ روشنی جب ظاہر ہوتی ہے تو تاریکی پر غالب آجاتی ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ اگر پولوس حضرت مسیح کے بعد ایک رسول کے رنگ مین ظاہر ہونے والا تھا۔ جیسا کہ خیال کیا گیا ہے تو ضرور حضرت مسیح اوس کی نسبت کچھ خصوصیتے خاص کر کے اسوجہ سے توجہ دینا نہایت ضروری تھا کہ جبکہ پولوس حضرت عیسیٰؑ کی حیات کے تمام زمانہ مین حضرت عیسےٰؑ سے سخت برگشتہ رہا اور انکے دکہ دینے کے لئے طرح طرح کے منصوبے کرتا رہا تو ایسا شخص انکی وفات کے بعد کیونکر دین سمجھا جا سکتا ہے۔ بجز اسکے کہ خود حضرت مسیح کی طرف سے اسکی نسبت کہلی کہلی پیشگوئی پائی جائے۔ اور اسمین صاف طور پر درج ہو کہ اگرچہ پولوس میری حیات مین میرا سخت مخالف رہا ہے اور مجھے دکہ دیتا رہا ہے لیکن میرے بعد وہ خدا تعالےٰ کا رسول اور نہایت مقدس آدمی ہو جائیگا بالخصوص جبکہ پولوس ایسا آدمی تھا کہ اوس نے موسیٰؑ کی توریت کے برخلاف اپنی طرف سے نئی تعلیم دی سور حلال کیا ختنہ کی رسم تو توریت مین ایک موکد رسم تھی اور تمام نبیون کا ختنہ ہوا تھا۔

اور خود حضرت مسیح کا بھی ختنہ ہوا تھا وہ قدیم حکم الٰہی منسوخ کر دیا اور توریت کی توحید کی جگہ تثلیث قایم کر دی اور توریت کے احکام پر عمل کرنا غیر ضروری ٹھہرایا اور بیت المقدس سے بھی انحراف کیا تو ایسے آدمی کی نسبت جسنے موسوی شریعت کو زیر و زبر کر دیا ضرور کوئی پیشگوئی چاہیئے تھی پس جبکہ انجیل مین پولوس کے رسول ہونے کے بارے مین خبر نہین اور حضرت عیسےٰؑ سے اوس کی عداوت ثابت اور توریت کے ابدی احکام کا وہ مخالف تو اوسکو کیون اپنا مذہبی پیشوا بنا لیا گیا کیا اسپر کوئی دلیل ہے؟؟۔

پھر معرفت کے بعد بڑی ضروری نجات کے لئے محبت الٰہی ہے۔ یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنے محبت کرنیوالے کو عذاب دینا نہین چاہتا بلکہ محبت محبت کو جذب کرتی اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جس شخص سے کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے اوس کو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ دوسرا شخص بھی جس سے محبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہین کر سکتا بلکہ اگر ایک شخص ایک شخص کو جس سے وہ اپنے دل سے محبت رکہتا ہے اپنی اوس محبت سے اطلاع بھی نہ دے تب اسقدر اثر تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سے دشمنی نہین کر سکتا اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اور خدا کے نبیون اور رسولون مین جو ایک قوت جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ اون کی طرف کھینچے جاتے اور ان سے محبت کرتے ہین یہان تک کہ اپنی جان بھی اون پر فدا کرنا چاہتے ہین اسکا سبب یہی ہے کہ بنی نوع کی بہلائی اور ہمدردی اون کے دل مین ہوتی ہے یہان تک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانون سے پیار کرتے ہین اور اپنے تئین دکہ اور درد مین ڈالکر بھی اون کے آرام کے خواہشمند ہوتے ہین۔ آخر اون کی سچی کشش سعید دلون کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہین دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پا لیتا ہے تو پھر کیونکر خدا تعالےٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بیخبر رہ سکتا ہے۔ محبت عجیب چیز ہے اوس کی آگ گناہون کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہین سکتا اور سچی محبت کے علامات مین سے ایک یہ بھی ہے کہ اوس کی فطرت مین یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اوسکو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنےٰ سے ادنےٰ قصور کے ساتھ اپنے تئین ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بیتاب رہتا ہے۔

(باقی آیندہ)

---

۱ ایک دفعہ کشفی رنگ مین مینے دیکھا کہ مینے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا اور پھر مینے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کرین۔ اسپر نادان مولویون نے شور مچایا کہ دیکہو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا حالانکہ اوس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائینگے اور حقیقی انسان پیدا ہونگے اسی طرح ایک دفعہ مجھے خدا نے مخاطب کر کے فرمایا۔ انت منی بمنزلۃ اولادی۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق یعنے تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے اور تجھے مجھ سے وہ نسبت ہے جسکو دنیا نہین جانتی۔ تب مولوی اپنے کپڑے پھاڑنے لگے کہ اب کفر مین کیا شک رہا اور اس آیت کو بھول گئے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم۔ منہ

۲ یاد رہے کہ دمشق سے تثلیث کا تخم ریزی ہوا تھا یاد رہے تادیان جو میری سکونت کی جگہ ہے عین دمشق کی شرقی طرف ہے سو آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ منہ

ایک گریجویٹ صاحب کے خطوط پر نظر

لاہور میں کوئی منشی محمد سعید صاحب بی۔ اے ہیں ایک عرصہ گذرتا ہے کہ انہوں نے حضرت حکیم الامت سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام بعض خطوط متضمن بہ چند اعتراضات ارسال کئے۔ حضرت حکیم الامت کے حالات سے جو لوگ آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کو کسقدر فرصت ہوتی ہے۔ حکیم الامت کی زندگی ایسی مبارک زندگی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اسپر رشک کرنا چاہیئے۔ میں بلا خوف تردید اور بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ انکا ایک ایک منٹ خدمت دین اور نوع انسان کی ہمدردی و بہی خواہی میں گذرتا ہے اور اس پیرانہ سالی میں جسقدر محنت اور کام آپ کرتے ہیں۔ اسکی یہ زندہ مثال سست سے سست شخص کو چست اور خود غرض سے خود غرض انسان کو دوسرے لوگوں کیلئے خدمتگذار بننے کی تحریک کے لئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بہت سے لوگ شاید حضرت حکیم الامت کی انضباط اوقات سے واقف نہوں میں مختصر طور پر بتا دیتا ہوں کہ انہیں کیا کرنا پڑتا ہے۔ فجر کی نماز سے بہت پہلے جاگ کر حوائج سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلا فرض امامت کا ادا کرتے ہیں پھر بعد نماز فجر گھر میں تین درس قرآن مجید کے دیتے ہیں۔ اور اندر آئی ہوئی مریض عورتوں اور بچوں کو دیکھتے انکو نسخے لکھ کر دیتے۔ اور بعض ادویہ بھی خود دیتے ہیں۔ ۱۰ بجے کے قریب باہر آتے اور بیسیوں سے لیکر صدہا مریضوں کو دیکھتے اور انکو بھی مشورہ دیتے پھر طالب علموں کا درس شروع ہوتا مختلف علوم کے درس دینے میں ظہر تک وقت گذرتا ہے اسی حالت میں کھانا بھی باہر ہی کھا لیتے اور آئی ہوئی ڈاک پڑھتے۔ اور باہر سے آئے ہوئے لوگوں کے سوالات کا جواب بھی دیتے جاتے ہیں۔ مختلف طبقہ اور مختلف مذاق کے لوگ آتے ہیں چونکہ مدرسہ کے امین ہیں اسلئے آئے ہوئے روپیہ کے جمع کرنے اور پھر ضروری اخراجات کے لئے روپیہ دینا بعض کاغذات اور رجسٹروں پر دستخط کرنا۔ مختلف لوگوں کی امانتوں کا بھگتان کرنا۔ پھر ظہر کی نماز کی امامت کرنا بعد ظہر پھر وہی درس طلباء پھر عصر کی نماز پھر قرآن مجید کا عام درس پھر مغرب کی نماز پھر گھر میں قرآن شریف کا درس۔ پھر عشاء کی نماز۔ ان بعد اپنے ذاتی مطالعہ میں ہی سو جانا وغیرہ۔ جس شخص کو اسقدر کام کرنے پڑتے ہوں اور پھر اسی عرصہ میں ایک کثیر ڈاک میں روزانہ گذرنا اور سب سے زیادہ ضروری خطوط کا جواب دینا عجیب محنت کا کام ہے۔ جو خدا کے فضل کے بغیر انسان سرانجام نہیں دے سکتا اس کثرت کام اور عدیم الفرصتی کیوجہ سے بعض خطوط کے جواب جنکو آپ بعض سے کم ضروری سمجھتے ہیں دیر تک پڑے رہیں تو تعجب کی بات نہیں۔ اسی سلسلہ میں منشی محمد سعید صاحب کے خطوط بھی پڑے رہے تاہم مجھے انمیں سے ایک خط (اور اس کے جوابات کے اشارات) قریباً ایک مہینہ گذرا ہے چھپنے کے لئے ملا۔ مگر میری سستی اور در اصل بعض وجوہات صرف کیوجہ سے وہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء سے پہلے الحکم میں نہ چھپ سکا اسلئے بابو محمد سعید صاحب سے امید ہے کہ اس دیر اور توقف کے لئے مجھے معذور سمجھیں گے۔

اب میں پہلے ان کا خط مورخہ ۲۵ ستمبر درج کرتا ہوں اور اسکے بعد اسکا جواب امید ہے بابو محمد سعید صاحب غور سے پڑھیں گے اور فائدہ اٹھائیں گے۔

(اصل خط)

مخدوم مکرم مولانا حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام علیک عرض آنکہ جب میں امتحان انٹرنس کی تیاری میں تھا تو جناب سے اپنی تسلی کے لئے اسبارے میں کہ وہ چار سو نبی جنکی پیشگوئی پوری نہ ہوئی تھی وہ بعل بت کے نبی تھے کچھ خط وکتابت کی تھی۔ آپنے اسوقت فرمایا تھا کہ لاہور کے ایک ملہم کی کتاب کا جواب عنقریب نکلیگا اوسمیں یہ مسئلہ حل ہو جاویگا۔

بندہ ایف۔ اے امتحان میں مصروف رہا۔ اسکے بعد بی۔ اے میں لگا رہا۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مارچ ۱۹۰۵ء میں پاس ہوا۔ الحمد للہ بعدہ بندہ مالاکنڈ (سرحد) کیطرف ملازمت پر چلا گیا۔ اب چند روز ہوئے۔ واپس آیا ہوں۔ چونکہ وہ مسئلہ ابھی تک دل میں کھٹکتا ہے کہ جب نبیوں کی پیشگوئی جھوٹی ہوئی تو اون کی دوسری ہدایات دینی و اخبار حشر و نشر کا کیونکر اعتبار کیا جاوے؟ مسئلہ تو تورات سے واضح ہے کہ وہ گیتے باغوں والے نبی جو بادشاہ اخی اب اور اسکی جورو ایزبل کے دسترخوان پر کھانا کھانیوالے تھے وہ بعل بت کے پجاری تھے۔ اور بعل کے نبی کہلاتے تھے۔ اخی اب بادشاہ اور اوس کی جورو جی جنکے پاس وہ رہتے اور انکے دسترخوان پر کھانا کھاتے وہ بھی دونو بادشاہ دیگر پشتوں سے بت پرست چلے آتے تھے اور ایسے بت پرستوں پجاری اور پنڈتوں کی اگر پیشگوئی جھوٹی نکلے تو تعجب کی بات نہیں۔ اس مسئلہ میں بندہ نے مرزا صاحب کیطرف سے جو انکو اللہ تعالیٰ کے نبی لکھتے ہیں ابتک کوئی معقول و تسلی بخش جواب نہیں سنا۔ آپ براہ عنایت اگر کوئی ان بعل بت کے پجاری و نبیوں کے اللہ تعالیٰ کے نبی ہونیکا مدلل ثبوت نکلا ہے۔ تو مطلع فرما دیں کیونکہ آپکی زبان سے نکلی ہوئی بات معقول و مدلل ہونیکے باعث دلکو لگتی ہے۔

مینے جناب کی کتاب نورالدین بھی دیکھی ہے ماشاءاللہ اس مرتد آریہ کے جواب میں تو عمدہ ہے سوائے چند مسائل کے جنکی نسبت اگر آپ اجازت دیں تو کچھ تھوڑا سا استفسار کروں۔

ایک امر تو یہ استفسار طلب ہے کہ مرزا صاحب کو امام و پیشوا مانکر آپنے چند اکابر سلف و خلف کو بھی بزرگ ہادی و پیشوا مانا ہے جہانتک مجھکو معلوم ہے حیات و ممات مسیح علیہ السلام و دیگر اسلامی مسائل میں ان اکابر سلف کا جنکا آپنے کتاب نورالدین کے صفحہ ۵۶ و ۵۷ پر لکھا ہے مرزا صاحب کے بیان کردہ مسائل سے اتفاق نہیں ہے تو پھر دونوں مختلف رائے والوں کو جناب نے امام و پیشوا کیا مانا ہے؟ آخر آپ کا اتفاق رائے تو ایکطرف ہی ہوگا نہ کہ ہر دو طرف۔

دوئم یہ جناب فرماویں کہ مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں الہام شاتان تذبحان کے معنی و تشریح فرمائی تھی کہ ایک بکری احمد بیگ ہوشیارپوری ہے اور دوسری اوسکا داماد ہے لیکن اب لاہور والے لکچر ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ وہ دو بکریاں اس سلسلہ کے دو مرید ہیں۔ شیخ عبدالرحمن جو امیر عبدالرحمن والئے کابل کے حکم سے اور مولوی صاحبزادہ عبداللطیف خان جو امیر حبیب اللہ کے ذریعہ سے شہید کئے گئے۔

سوئم اول مرزا صاحب دابۃ الارض مولویان اسلام کو لکھتے رہے۔ اور اب ۲ نومبر ۱۹۰۴ء والے لکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۹ پر لکھا ہے کہ "طاعون کی جڑ اصل میں کیڑا ہے جو زمین سے نکلتا ہے اسلئے اسکا اسنے نام دابۃ الارض رکھا یعنی زمین کا کیڑا"۔ براہ عنایت سمجھا دیں کہ مرزا صاحب کی تحریر میں ایسا اختلاف کیوں ہے اور اس کی کیا وجہ؟

بندہ کو اخبار میں آپکے فرزند کی رحلت کی خبر پڑھکر افسوس ہوا۔ آپکو صبر و شکر کرنیکے لئے عرض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ ہم سے بدرجہا اس امر کو بہتر جاننے والے ہیں۔

براہ عنایت اسکا جواب فورمن مشن کالج لاہور معرفت غلام سرور خان بی۔ اے کلاس (بورڈنگ ہوس نیوٹن ہال) مرحمت فرماویں جواب کیواسطے آدہ آنہ کا ٹکٹ روانہ خدمت عالی کرتا ہوں۔

لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء دو شنبہ۔ نیازمند محمد سعید

فاما الجواب

بابو محمد سعید صاحب کا یہ اعتراض پہلا اور نیا اعتراض نہیں ہے بلکہ سب سے اول اسی اعتراض کو سلیمان پٹیالوی نے اپنی کتاب میں لکھا تھا اور اسکی تقلید اور تتبع پر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب ملہم لاہوری موسیٰ نے اس اعتراض کو بڑے شد و مد سے لکھا۔

حالانکہ اگر وہ کم از کم بائبل ہی کی طرف رجوع کرتے اور قرآن کریم پر وسیع نظر رکھتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے صدق اور اللہ تعالیٰ سے ان کے تعلقات کا انہیں علم نہ تھا تو بھی یہ سوال یا اعتراض اٹھ سکتا تھا مگر عداوت کا برا ہو کہ وہ غور اور فکر کی قوتیں سلب کر لیتی اور دل و دماغ کو تیرہ اور تکدر بنا دیتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ بابو محمد سعید صاحب نے یہ اعتراض اسی لاہوری موسیٰ صاحب کی کتاب کی بنا پر کیا ہے تاہم اتنا ضرور کہونگا کہ انہوں نے بائبل کیطرف توجہ نہیں فرمائی۔ اس سوال کے متعلق پہلو ہیں۔ اور جب تک ان پہلوؤں پر پوری روشنی ڈالنے کی کوشش نہ کی جاوے مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ جواب ادھورا اور ناقص ہوگا۔ اگر صرف اتنا ہی ثابت کرنا مقصود ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کے نبی تھے یا نہیں تو یہ امر تو بہت ہی سہل ہے مگر میری اپنی رائے میں اس سوال کے ضمن میں ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ پیشگوئی کی حقیقت اور اسکے وقوع کے متعلق انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کی نوعیت پر بھی بحث ہو۔ اسلئے سب سے اول تو میں بابو محمد سعید صاحب کے اپنے مذاق کے لئے یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ

کیا وہ چار سو ہی خدا کے نبی تھے یا بعل کے؟

اسکا مختصر جواب تو یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نبی تھے اسکا ثبوت واضح طور پر سمجھ میں آجانے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین (باب ۲۲) یہاں درج کردوں۔

بعد اوس کے تین برس تک وے رہے اور اسرائیل اور ارام کے درمیان لڑائی نہ ہوئی اور تیسرے سال ایسا ہوا کہ یہوداہ کا بادشاہ یہوسفط شاہ اسرائیل کے یہاں اتر آیا۔ جب شاہ اسرائیل نے اپنے ملازموں سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ رامات جلعاد ہمارا ہے۔ کیا ہم چپکے رہیں اور شاہ ارام کے ہاتھ سے پھر نہ لیں۔ پھر اوس نے یہوسفط سے کہا کیا میرے ساتھ لڑنے کو تو رامات جلعاد پر چڑھیگا۔ سو یہوسفط نے شاہ اسرائیل کو جواب دیا جیسا تو ہے ویسا میں ہوں۔ جیسے تیرے